ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۴ / ذی قعدہ ۱۳۸۵ء

۲۵ / فروری ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

درسِ حدیث

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی

البر نیک کاموں میں فراغت پیدا کرنا ہے۔ اور ہر نیکی بھی بر ہے حتیٰ کہ عقائد۔ عبادات، معاملات، اخلاق ومعاشرت سب اس میں داخل ہیں۔ مگر یہاں جو صلہ کے ساتھ لایا گیا ہے تو وہ نیکی مراد ہے جو والدین اور اکابر کے ساتھ کی جائے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی فرمانبرداری تا بحدّ جائز خوب کی جائے، ہمیشہ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں۔ ان کی ناپسندیدہ اشیاء وافعال واقوال کی کوشش اور ناپسند سے اجتناب کیا جائے۔ صلہ بھی مصدر ہے وَصَلَ وَصِلَةً وَعَدَ وَعِدَۃً کی طرح اعزہ اقربا اہل نسب وازدواج کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا مہربانی ونرمی برتنا اور ان کے حالات وحقوق کی حفاظت کرنا صلہ رحمی اسی کو کہتے ہیں شریعت میں اس کا بڑا اہتمام ہے۔ یہ اتفاق کا زبردست ہتھیار ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونا اختلاف کی جڑ کاٹ دینا ہے۔

حدیث نمبرا۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ عَلَیْهِ فِیْ رِزْقِهٖ وَاَنْ یُّنْسَأَ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ اَخْرَجَهُ الْبُخَارِیُّ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو یہ پسند کرتا ہو کہ اس کے رزق میں فراخی دے دی جائے اور اس کی موت موخر کر دی جائے تو وہ صلہ رحمی کیا کرے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

حل الفاظ یُنْسَأ۔ مہموز اللام ہے اور باب افعال سے، مجہول دیر کیا جائے یا مؤخر کیا جائے۔ ہمزہ کی فتحہ کے بعد الف سے بدل دیا جاتا ہے۔

اثرہ۔ اجل یعنی موت اور ترمذی کی روایت میں اجل کا لفظ ہے۔

فلیصل۔ لازم کا مصدر وُصُولٌ ہے ملنا اور متعدی کا مصدر وَصْلٌ ہے۔ ملانا یہاں متعدی ہے لہذا یہ معنی ہیں قرابت کو ملانا قطع نہ کرنا۔ قرابت کے میل رکھنے کے بہت سے درجے ہیں۔ کم از کم درجہ یہ ہے کہ ان کو چھوڑ نہ بیٹھے بات چیت کیا سلام کیا کرے۔ محبت اور خیر خواہی کرے۔ انصاف کا برتاؤ کرے۔ حقوق ادا کرے۔ اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ان پر خرچ کیا کرے ان کے حالات معلوم رکھا کرے اور ان کی لغزشوں سے درگزر کیا کرے۔ احسان کا بدلہ برابر کا نہیں بلکہ زیادہ کرے۔ اگر ان میں سے کوئی سی بات کرے گا تو صلہ رحمی کرنے والا ہوگا۔ قطع رحم والا نہ ہوگا اور جو زیادہ کرے گا، افضل ہوگا۔ مختصر یہ ہے کہ جو بھلائی اپنی طاقت میں ہو پہنچائی جائے۔ جس برائی سے بچایا جا سکتا ہو۔ بچایا جائے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بدلہ دیتا ہو بلکہ صلہ رحمی کرنیوالا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ پھر بھی صلہ رحمی کرے

رَحِمَهٗ کسر حا یا سکون حا مع کسرہ راء بچہ دانی ہے پھر چونکہ وہ قرابت کا ذریعہ ہے۔ اس لئے قرابت کے معنے میں ہے قرابت سے کیا مراد ہے اوّل نمبر وہ ہیں کہ جن دو میں سے ایک کو مرد ایک کو عورت فرض کیا جائے۔ تو ہمیشہ کے لئے وہ محرم بنتے ہوں پھر وہ ہیں جن کو شریعت سے میراث کا حق ہوتا ہے۔ ان کے بعد وہ ہیں۔ جن سے باپ ماں کی یا اپنی سسرال کی یا نسب کی قرابت ہو اور وہ وارث نہ بنتے ہوں۔

تشریح ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ صلہ رحمی کنبہ میں محبت مال میں ترقی اور موت میں تاخیر ہے امام احمد کی حدیث میں ہے کہ صلہ رحمی اور پڑوسیوں کی رعایت گھروں کی آبادی ہے۔ اور عمروں میں زیادتی ابوالعلیٰ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدقہ وصلہ رحمی ان دونوں سے اللہ تعالیٰ عمر کو زیادہ کرتے اور سوء خاتمہ دفع فرماتے ہیں شبہ ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ (جب ان کی موت آجاتی ہے تو وہ نہ کچھ وقت کو موخر ہو سکتے ہیں نہ مقدم) تو ان حدیثوں کا مضمون آیتوں سے ٹکراتا ہے۔

جواب نمبرا۔ ہر چیز کے دو درجے ہیں ایک علم الٰہی میں ہونا اس کو قضائے مبرم کہتے ہیں اور ایک لوح محفوظ اور فرشتوں کے علم میں ہونا اس کو جو کسی شرط سے ہوتا ہے۔ قضائے معلق کہتے ہیں۔ اجل علم الٰہی کے درجہ میں مقدم ومؤخر نہیں ہوتی مگر علم فرشتے کے درجہ میں مقدم ومؤخر ہو سکتی ہے۔ مثال یوں سمجھئے کہ مثلاً فرشتوں کو بتا دیا گیا کہ فلاں کی عمر سو سال ہے اگر اس نے صلہ رحمی کی اور اگر قطع رحمی کی تو ساٹھ سال ہے۔ مگر علم الٰہی میں ایک بات معیّن ہوتی ہے مثلاً یہ کہ وہ صلہ رحمی کرے گا اور سو سال عمر پائے گا۔ یا مثلاً یہ کہ وہ صلہ رحمی نہیں قطع رحمی کرے گا عمر ساٹھ سال پائے گا۔ یہ بات جو علم الٰہی میں ہے متعین ہے کم وبیش نہیں ہوتی۔ مگر فرشتوں کے علم کے موافق سو اور ساٹھ کا تفاوت ہوتا ہے۔ مذکورہ آیت میں کمی بیشی نہ ہونا یہ تو علم الٰہی کے اعتبار سے ہے۔ اور آیت یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ (اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں مٹاتے اور ثابت کر دیتے ہیں۔ الٰہی کے پاس لوح محفوظ ہے) اس حدیث میں بھی یہی محو واثبات ہے کمی بیشی ہے۔ جواب نمبر۲ عمر کے زیادہ اور موت مؤخر ہونے سے مجازی معنے یعنی عمر میں برکت ہونیکے معنی مراد ہے کہ خوب عبادت ہو اور وقت کو کام میں لگانے کی توفیق ہو آخرت کے اعمال کا ذریعہ ہو گناہوں سے حفاظت کا سبب ہو۔ پھر اس پر بھلائی کے ساتھ اس کا ذکر باقی رہے تو گویا یوں عمر کی زیادتی ہوگی۔ جواب نمبر۳ اس کے بعد ایسی باتیں باقی رہیں گی جن سے اس کو روز روز ثواب ملتا رہے گا کہ گویا وہ زندہ اور عمل میں مشغول ہے مثلاً تالیف صدقات جاریہ واقفات اور نیک اولاد اصلاح ا... تدریس کا سلسلہ وغیرہ۔ جواب نمبر۴ عمر زیادہ ہونے کا ... ہے کہ عقل وسمجھ اور علم ورزق سے آفتوں کو دور کر دیا جا... جواب نمبر۵ زندگی حقیقی تو دل کا یاد الٰہی میں مشغول ر... اس سے غفلت کی زندگی کو ضائع کرنا ... زندگی یعنی یاد الٰہی کی توفیق ہوتی ہے۔ یہ جوابات بزر... آیات واحادیث سے اخذ کر کے دیئے ہیں۔

قطع رحمی حدیث نمبر۲:۔ وَعَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ یَعْ... قَاطِعُ رَحِمٍ۔ متفق علیہ ۵ اور حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جن... میں قطع کرنے والا داخل نہ ہوگا یعنی قطع رحمی کرنیوالا۔ بخاری ...

حل الفاظ لایدخل ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ قطع رحمی وا... جنت میں نہیں جائے گا۔ اور دوسری حدیثوں ا... آیتوں سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ہر مسلمان جنت میں جائے گا۔ گناہ گار بقدر گناہ سزا پاکر اور پاک صاف مسلمان شروع سے جائیں گے۔ اس لئے یہاں داخل نہ ہونے شروع میں ہی داخل نہ ہونا مراد لینا ضروری ہے۔ یعنی بلا سزا نہیں داخل ہوگا۔ سزا بھگتنے کے بعد داخل ہوگا۔

قاطع رحم۔ قاطع قطع کرنے والا اور رحم اوپر کی حدیث میں آچکا ہے۔ قرابت لہذا قاطع رحم رشتہ داری کو توڑنے والا ہوا۔ جو باتیں اوپر کی حدیث میں صلہ رحمی کی بیان کر دی گئی ہیں ان کے مخالف قطع رحمی ہے۔ برا برتاؤ کرنا میل جول قطع کرنا وغیرہ وغیرہ۔

تشریح ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ کوئی عمل آخرت کی سزا کے علاوہ دنیا میں بھی اس پر سزا ہو، قطع رحمی سے زیادہ اس کا مستحق نہیں۔ امام بخاری نے ادب المفر... میں ابن ابی اوفیٰؓ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی۔ جس میں قطع رحمی کرنے والا ہو اور ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ میری امت کے عمل جمعرات کی شام جمعہ کی شب کو پیش ہوتے ہیں۔ قطع رحمی کرنے والا کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ بہت آیات واحادیث میں قطع رحمی پر ناراضی و عذاب اور صلہ رحمی پر ثواب اور رضائے الٰہی حاصل ہونا آیا ہے اس لئے ہر مسلمان کو اپنے سب عزیزوں کا پتہ رکھنا اور ان کے ساتھ سلوک کرنا ضروری ہے۔ ہر شخص کو اپنا فعل دیکھنا چاہیئے دوسرے کا نہیں دوسرا برا بھی کرے تو صلہ رحمی کا حسن یہ ہے کہ اس سے بھلائی کی جائے نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ اس کی باتوں سے درگزر کیا جائے۔ پھر دیکھیئے کہ کنبہ برادری کی زندگی کتنی خوشگوار اور راحت بخش اور زندگی کا لطف دیتی ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ ہم دوسروں پر تو حق سمجھتے ہیں اور اس کے خلاف ہونے سے رنجیدہ وکبیدہ ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اپنے فعل کا ذمہ دار وہ ہے گناہ وثواب اس کا اس کو ہے۔ ہم اپنا طور وطریق درست رکھیں۔ یہ کام اپنا ہے۔ مردانگی یہ ہے کہ دوسروں کی کوتاہی پر نظر ہی نہ کریں خود سب کے حق ادا کریں پھر زندگی کا لطف دیکھیں۔

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۱ | ۴ رذی قعدہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۵رفروری ۱۹۶۶ء | شمارہ ۴۰

عالم اسلام کی سیاست کا نیا موڑ

(مولانا غلام غوث ہزاروی)

اسلامی انقلاب

قرون اُولیٰ میں اہل اسلام نے دنیا بھر سے اپنا لوہا منوا لیا تھا۔ اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بخارا سے مراکش اور ملتان سے لے کر قسطنطنیہ تک اسلام کی دھاک بٹھانے اللہ کا نام بلند کرنے اور دنیا کو نئی تہذیب و نئے عادلانہ نظام سے روشناس کرانے والے مٹھی بھر عرب تھے۔ جو یورپ اور ایشیاء کی عظیم و قدیم سلطنتوں کے مقابلہ میں افراد و دیگر وسائل میں یقیناً کم تھے بلکہ ان کی کوئی نسبت ہی نہ تھی۔

دنیا کے انصاف پسند عقلاء کی یہی رائے ہے کہ اسلامی فتوحات کے اندر خدا ترسی، اخلاص صداقت اور ہر طرح کی روحانی و اخلاقی برتری کارفرما تھی۔

یوں تو نپولین نے بھی اپنی فتوحات کی دھاک بٹھا دی تھی۔ اور جرمنی کے ہٹلر نے تو سارے یورپ کو روندتے ہوئے انگلستان کی فضاؤں اور افریقہ کے صحراؤں میں آتشیں طوفان برپا کر رکھا تھا۔ مگر وہ بگولہ بن کر ابھرے اور حباب کی طرح بیٹھ گئے۔ ان کا انجام آپ کے سامنے ہے۔

مگر اہل اسلام جہاں جہاں گئے پاک تہذیب عادلانہ نظام، انسانی مساوات اور پاکیزگی اخلاق کے ہتھیار ساتھ لے گئے جن سے انہوں نے دلوں کو فتح کیا۔ دشمنوں کو رام کیا۔ اور صرف سیاسی فتح حاصل نہیں کی بلکہ سیاسی مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی انقلاب برپا کرتے گئے چنانچہ ان کے مفتوحہ ممالک آج ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد بھی مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔

صلیبی طاقتوں کی جدوجہد

صلیبی طاقتوں نے پورا زور لگایا۔ مگر سارے یورپ کی مجموعی فوجی قوت کو بھی سلطان صلاح الدینؒ کے مقابلہ میں منہ کی کھانی پڑی خلافت عثمانیہ کے دور میں اہل یورپ کی دسیسہ کاریاں اور ریشہ دوانیاں رنگ لائیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑایا۔ ان کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔ اور مختلف مکر و فریب سے ان کے ملکوں میں رسوخ و نفوذ حاصل کرتے میں کامیاب ہو گئے آخری صدی میں دول اسلامیہ کو زوال ہوا اور آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کے عین مطابق مختلف اطراف عالم میں مغلوب اور غلام بنا لئے گئے۔ اور بالآخر ترکوں کی سلطنت عثمانیہ کے بھی حصے بخرے کر دے گئے۔

دوسرا دور

مگر قرآنی حقیقتیں تبدیل نہیں ہو سکتیں۔ خدائی ارشاد کے مطابق وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ پھر انقلاب آیا۔ مسلم ممالک نے انگڑائی لی اور بیس بیس سال کے اندر اندر تقریباً سبھی نے اغیار کی غلطی کا جوا اتار پھینکا۔ آج انڈونیشیا سے مراکش تک تمام مسلمان آزاد ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ مغرب کی بڑی طاقتیں ان پر دانت پیس رہی ہیں۔ اور طرح طرح سے انکی آزادی سلب کرنے ان میں انقلابات کرانے اور ان کو آپس میں لڑانے کے لئے ہر طرح کے ہتھیار استعمال کر رہی ہیں۔ مگر مسلم ممالک میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ایسی شخصیتیں پیدا فرما دی ہیں جو ان کے تمام مکر و فریب کو جانتی اور ان کو انگلیوں پر نچا سکتی ہیں۔

ان میں مصر کے صدر ناصر اور انڈونیشا کے صدر سوئیکارنو خاص طور پر نمایاں ہیں۔ صدر ناصر نے عرب اتحاد کا نعرہ لگا کر عربوں کے انتشار کو بڑی حد تک کم کر دیا ہے۔

یہ عرب اتحاد اسلامی اتحاد کے لئے پہلا زینہ ہے۔ جس کی پوری تشریح شام کے مفتی اعظم نے حال ہی میں کر دی ہے۔

ان دونوں کے سوا ماضی قریب میں پاکستان کے صدر ایوب خان اور سعودی عرب کے شاہ فیصل کی شخصیتیں تیزی سے ابھری ہیں۔

صدر ایوب خان نے ایران ترکی اور پاکستان میں بڑی حد تک اتحاد قائم کر کے عالمی سیاست میں ایک قابل لحاظ کردار ادا کیا ہے۔

اور شاہ فیصل نے ابھی ابھی ایران اور اردن کا دورہ کر کے عالم اسلام کے اتحاد کا نعرہ لگایا ہے اور وہ اس مقصد کے لئے دوسرے مسلم ممالک کا دورہ کر رہے ہیں۔

بعض انگریز الزام لگا رہے .... ہیں۔ کہ ان کی یہ سکیم صدر ناصر کے مقابلہ میں آگے بڑھنے کے لئے ہے۔ مگر ہمارے پاس اس بدگمانی کے لئے قطعی دلائل موجود نہیں ہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ اہل اسلام سب بھائی بھائی ہیں اور ان کا عالمی بھائی چارہ ہی تمام دکھوں کا مداوا ہے۔

مگر صدر ناصر کی اس بات میں بڑا وزن ہے۔ کہ اسلام کے نام سے مسلم ممالک کو کس طرح اکھٹا کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ ان کے اغراض و مقاصد کے تقاضے الگ الگ ہیں۔

روس کے مقابلہ میں ٹرکی مفادات کے تحفظ کا تقاضا یہ ہے۔ کہ امریکہ سے گٹھ جوڑ کیا جائے۔ اور امریکہ کے لئے پالک (پڑولہ) اسرائیل کے مقابلہ میں مصر اور عرب مفادات کا تقاضا یہ ہے۔ کہ روس کو حلیف بنایا جائے نہ وہ امریکہ کو چھوڑ سکے نہ یہ روس کو تو پھر اتحاد کا خواب کیسے شرمندہ تعبیر ہو گا۔!

ہمارے خیال میں اگر مکمل اتحاد اور ایک فوجی کمان کا ہونا ناممکن ہو تو بھی اگر نیتیں صاف ہوں۔ تو وہ آپس کی ہمدردی اور تعاون کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ اور حلیف طاقتوں سے بھی یہ منوا سکتے ہیں۔ کہ وہ کسی مسلم ملک کے خلاف کسی اقدام کی تائید نہ کر سکیں گے بلکہ ضرورت کے وقت وہ مسلم ممالک سے تعاون کرتے رہیں گے۔ اگر اس شرط کو حلیف ممالک نہ مانیں تو اسلامی جرأت کا تقاضا ہے۔ کہ ان کی دھڑہ بندیوں سے علیحدہ ہو کر اپنی اقوام متحدہ بنائیں۔ پاکستان اور بھارت کی گزشتہ جنگ میں پوری صدی کے بعد دنیا والوں نے پہلی بار مسلم ممالک کی باہمی ہمدردی کا مظاہرہ دیکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے نظر بد سے بچائے اور خدا کرے کہ شاہ فیصل اور صدر ناصر اور اسی طرح دوسرے راہنمایان اسلام ایک دوسرے کے خلاف تنافس مسابقت میں مبتلا نہ ہوں۔ بلکہ خدا ترسی اور اسلامی اخوت کو اپنانے کا جذبہ کار فرما ہوں کہ یہی ہماری ترقی کا اصلی راز ہے۔ آمین



بروز جمعرات ۲۶ شوال المکرم ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۷ فروری ۱۹۶۶ء

زندگی کو سادہ بنائیں، اور رزق حلال کھائیں

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا احسان و فضل ہے۔ کہ اس نے ہمیں اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آئندہ ساری زندگی اس سے بڑھ چڑھ کر ذکر و عبادت کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

آج دورِ حاضر میں جاہ پرستی اور زرپرستی کا اکثر مسلمان افراطِ زر کی فکر میں ہیں۔ حلال آئے حرام آئے۔ اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ بس ان کا مقصود صرف دولت کا زیادہ ہونا ہے۔ بڑی حیرانگی کی بات ہے۔ کہ مسلمان کہلانے والے قرآن کی تعلیمات کی صریحاً مخالفت کر رہے ہیں

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ سابقوا بالخیرات۔ نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ نیک اعمال زیادہ کرنے کی فکر میں لگو۔ لیکن آج ہمارا معاملہ بالکل الٹا ہے۔ ہم بجائے نیکی کے دولت میں آگے بڑھنے کی کوشش میں۔ بس ایک فکر ہے وہ یہ کہ کسی طرح دولت ہاتھ آجائے راتوں رات دولت مند بن جائیں۔ لیکن اس کی کسی کو فکر نہیں۔ کہ ہم حلال کمائیں اور کھائیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول بن جائیں۔ اور اللہ کو راضی کرنے کے اعمال زیادہ سے زیادہ کریں (الا ماشاء اللہ)

محترم حضرات! صحابہ کرام کا یہ حال تھا۔ کہ وہ حرام خور و نوش اور حرام کاموں کے قریب تک نہ پھٹکتے تھے اگر غلطی سے کسی نے کچھ حرام یا مشتبہ چیز کھالی۔ تو قے کرکے جب تک سب کچھ نکال نہ لیتے۔ اس وقت تک مطمئن نہ ہوتے تھے۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ خلیفہ وقت کو رومی سفیر ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ ایک درخت کے نیچے زمین پر لیٹے آرام فرما رہے ہیں۔ بڑے بڑے حکمران اور امراء ان کے سامنے جاتے ہوئے ڈرتے تھے

غرض سب صحابہ اکرامؓ اور بزرگانِ دین۔ بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ حرام کام اور حرام خورد و نوش کے قریب تک نہ جاتے تھے۔ ہر وقت ذکر اللہ میں مشاغل رہنا ان کا معمول بن گیا تھا۔ صحابہ کرامؓ جو کی روٹی کھاکر اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہن کر ساری دنیا پر حکومت کرتے تھے۔ ساری ساری رات اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہو کر روتے تھے۔ گڑگڑاتے تھے۔ اور خوب ذکر و عبادت کرتے تھے۔

لیکن آج ہم مسلمان ہیں کہ نماز کے قریب تک نہیں جاتے دفتروں کے نوجوان کلرک نماز اس لیے نہیں پڑھتے۔ کہ کہیں پتلون کی کریز نہ ٹوٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ٹوٹتا ہے تو ٹوٹے۔ اس کی کوئی پرواہ نہیں (توبہ نعوذ باللہ) یہ ہماری بہت بڑی بدقسمتی ہے۔ ہر ایک دولت بڑھانے کی فکر میں ہے۔ نیک اعمال کا کوئی خیال نہیں۔

پاکستان جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ ہماری بدقسمتی کی انتہا ہے کہ اس ملک میں ایمان اور اسلام کے تحفظ کے لیے کوئی قانون نہیں۔ کوئی منصوبہ نہیں۔ یہاں سب کاموں کے لیے منصوبے بنتے ہیں۔ لیکن اگر اس مملکت اسلامیہ میں اسلام و اخلاق کی اشاعت کے لئے کوئی منصوبہ نہیں بنتا۔ فلمی گانوں۔ ثقافتی پروگراموں۔ بے حیائی اور بُرے کاموں کلبوں۔ ڈانس گاہوں کو فروغ ہے لیکن قرآنی تعلیمات کو فروغ نہیں ہے۔

محترم حضرات! آپ جو یہاں اللہ کے نام لینے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ اللہ کی رضا کے طالب ہیں۔ آپ صرف ذکر کو کافی نہ سمجھیں۔ اور اسی پر اکتفا کرکے نہ بیٹھ جائیں۔ بلکہ آپ اپنی ساری زندگی کو سنتِ نبویؐ کے مطابق گزارنے کی کوشش و فکر کریں۔ حلال رزق کے لیے کوشش کریں حرام مال اور خورد و نوش کے قریب نہ جائیں یاد رکھیں کہ اگر رزق حلال نہیں۔ تو اللہ کی یاد نہیں۔ اگر ہوگی۔ تو قبول نہ ہوگی۔

آپ حلال کمائیں۔ بچوں کو حلال کھلائیں۔ حلال کے لیے محنت و مزدوری کریں تو یہ ان ہزار حجوں۔ زکوٰۃ سے افضل و بہتر ہے۔ جو حرام مال سے کیے گئے ہوں

گزشتہ جنگ میں جب ہم پر مصیبت پڑی۔ تو سب نے بے حیائی اور برائی کے کام چھوڑ دیئے۔ ریڈیو نے بھی فلمی گانوں کی بجائے قومی ترانے اسلامی تاریخ کے اقتباسات نشر کرنے شروع کر دیئے۔ روزانہ صحابہ کرامؓ کی زندگی کے حالات۔ ان کی اسلام کے لیے قربانیوں کا پروگرام نشر ہونا شروع ہو گیا۔ پھر آپ نے دیکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات کو بہت جلد بھلا دیا۔ اور پھر اسی طرح پر بلکہ اس سے بھی زیادہ اللہ کی نافرمانی شروع کر دی۔ چاہیے یہ تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی پہلے سے زیادہ عبادت و ذکر کرتے۔"

معزز حاضرین! آپ زندگی کو سادہ بنائیں۔ قناعت کے ساتھ زندگی کو گذاریں۔ اپنے دائرہ اعتبا[ر] میں قرآنی تعلیمات کی اشاعت کریں۔ خود بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیں۔ اپنے بیوی بچوں دوستوں ہمسایوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت کی طرف لگائیں۔ رزق حلال کے لیے خود کوشش کریں۔ یہ بہت ہی ضروری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے (آمین)

لذتِ تسبیح

اے خوشا لذتِ پیغام تو سبحان اللہ
اللہ اللہ ہے الہام تو سبحان ا[للہ]
از فیوضِ کرامت گلشنِ ہستی شاداب
بارک اللہ، چہ انعام تو سبحان ا[للہ]
رنگ و بوئے عجمی، حسن و جمالِ عربی
نو بہارِ رخِ گلفام تو سبحان ا[للہ]
داغِ عصیانِ من خوار عیاذاً باللہ
بارشِ رحمت و انعام تو سبحان ا[للہ]
تا ہنوز از در و دیوارِ مدینہ آ[ید]
نکہتِ زلفِ سیہ فام تو سبحان ا[للہ]



۲۷ شوال المکرم ۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۸ فروری ۱۹۶۶ء

اللہ کے وہ بندے جو بھلائی کمانے والے اور جنت میں پیش قدمی کرنے والے ہوں گے

الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝ (پ سورہ مؤمنون آیت ۵۷تا۶۱)

ترجمہ: بیشک جو اپنے رب کی ہیبت سے ڈرنے والے ہیں اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جو دیتے ہیں اور ان کے دل اس سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور وہی نیکیوں میں آگے بڑھنے والے ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ بھلائیاں جلدی جلدی سمیٹنے والے اور جنت میں پیش قدمی کرنے والے وہی اللہ کے بندے ہوں گے جن میں مندرجہ ذیل اوصاف پائے جاتے ہیں۔ (۱) وہ ہر حال میں اللہ کے خوف سے لرزتے ہیں۔ (۲) اللہ کی نشانیاں دیکھ کر ان کا ایمان پختہ ہوجاتا ہے (۳) وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتے۔ (۴) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے باوجود دل میں ڈرتے رہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے عمل پر مغرور نہیں ہوتے۔ نیکی کرنے کے باوجود ڈرتے اور یہی خیال کرتے ہیں کہ ہمارا عمل کچھ نہیں۔ اللہ جل شانہٗ کی رحمت ہو تو بیڑا پار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ

امام الاولیاء خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

کا قول ہے کہ مومن نیکی کرتا اور ڈرتا رہتا ہے اور منافق بدی کرکے بھی بے فکر اور گناہوں پر دلیر ہوتا ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ کے مقبول بندوں کی صفات حمیدہ میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ نیکی کرنے کے بعد انہیں یہ تشویش رہتی ہے کہ خدا جانے نیکی قبول ہوئی ہے یا نہیں اور یہ آگے کام آئے گی یا نہیں؟ انہیں محض اللہ کے فضل پر بھروسہ ہوتا ہے اپنے اعمال پر عزہ نہیں ہوتا۔

شہادت حدیث

ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت

"وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ" کے متعلق سوال کیا کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں! آپ نے فرمایا "نہ اے صدیق رضؓ کی بیٹی بلکہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں اور وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ یہ چیزیں ان کی طرف سے قبول نہ کی جائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نیکی کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔

غرض جو لوگ اپنے رب کے جلال و ہیبت سے ڈرتے ہیں، اللہ کے احکام کو بجا لاتے ہیں، اپنے رب کے ساتھ کسی کو ذات و صفات میں شریک نہیں ٹھہراتے اور اس کی راہ میں مال و منال خرچ کرنے کے بعد اس کے سامنے حساب دینے سے کانپتے رہتے ہیں حقیقتاً یہی لوگ ہیں جو بھلائیاں کماتے اور جنت میں پیش قدمی کرنے والے ہوں گے۔ اللّٰھمّ اجعلنا منھم۔ آمین۔

بزرگان محترم یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال کا بدلہ اپنے فضل سے ضرور عطا فرمائیں گے لیکن اللہ کے نیک بندے محض اس لئے ڈرتے رہتے ہیں کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ محاسبہ کرتے وقت ان نیک اعمال میں کوئی ایسی چیز نکال دے کہ جس سے یہ عمل قابل قبول ہی نہ رہے۔ مثال کے طور پر عمل میں ریاء شامل ہوجائے لوگوں کے دکھلانے کا خیال آجائے اور نیکی کرنے والا اس خیال کو رد نہ کر سکے تو ظاہر ہے یہ عمل کیسا ہی عمدہ اور کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اللہ کے ہاں قبول نہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ کے ہاں صرف وہی عمل قابل قبول ہے جو محض خلوص دل کے ساتھ اور فقط اللہ جل شانہٗ کی رضا کے لئے کیا جائے۔ اس کے علاوہ کوئی عمل عند اللہ مقبول نہ ہوگا۔

اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ایک شخص نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مسجد بنوائی مگر شیطان نے دل میں خیال ڈال دیا کہ اس مسجد کی عمدہ سے عمدہ تعمیر دیکھ کر لوگ میری تعریف کریں گے کہ اس شخص نے نہایت ہی عمدہ اور لاجواب مسجد بنوائی ہے تو یہ مسجد بارگاہ الٰہی میں ہرگز مقبول نہیں ہوگی اور نہ ہی اس شخص کو اس کے بدلے بہشت میں کوئی معاوضہ

ملے گا۔ہاں اگر ریار کو دل سے نکال دیا اور دکھلاوے شہرت کے خیال کو رد کردیا توانشاء اللہ یہ مسجد مقبول ہوگی۔

یاد رکھیئے! ہر نیک کام کے وقت شیطان ریا کا خیال دل میں ضرور ڈالتا ہے چنانچہ اس کا علاج ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان نیکی کرتے وقت ہوشیار رہے اور اس قسم کا خیال دل میں نہ آنے دے اگر شیطان کی طرف سے حملہ ہو جائے اور یہ خیال دل میں آجائے تو اسے فوراً دل سے نکال دے اور یہ خیال کرے کہ میں تو محض اللہ تعالیٰ ہی کی رضاء حاصل کرنے کے لئے یہ کام کر رہا ہوں۔

اللہ کے بندے اور شیطان کا حملہ

قولہ تعالیٰ:- اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ (پ ۹ س الاعراف ایت ۲۰۱)

ترجمہ: بیشک جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں جب انہیں کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں پھر اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

یعنی عام متقین کے حق میں یہ محال نہیں کہ شیطان کا گزران کی طرف ہو اور کوئی چرکہ لگا جائے۔ البتہ متقین کی شان یہ ہوتی ہے کہ شیطان کے اغواء سے ممتد غفلت میں نہیں پڑتے۔ بلکہ ذرا غفلت ہوئی اور خدا کو یاد کرکے چونک پڑے۔ ٹھوکر لگی اور معاً سنبھل گئے۔ سنبھلتے ہی آنکھیں کھل گئیں۔ غفلت کا پردہ اُٹھ گیا۔ نیکی بدی کا انجام سامنے نظر آنے لگا اور بہت جلد نازیبا کام سے رک گئے۔

مقصد

یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندوں پر جب کوئی شیطان حملہ کرتا ہے تو وہ فوراً سنبھل جاتے ہیں اور انہیں فوراً یاد آجاتا ہے کہ ہمیں شیطان سے بچنے کا حکم ہے۔ اتنا یاد آتے ہی ان کی سمجھ میں یہ بات آجاتی ہے کہ ہمیں اللہ کی پناہ مانگنی چاہیئے۔ فوراً وہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ ہم میں تو اس کے مقابلے کی طاقت نہیں۔ سب کچھ آپ ہی عطا کرتے ہیں۔ ہمیں قوت دیجئے کہ ہم اس مردود کے بہکاوے میں نہ آویں۔ لاحول ولا قوۃ کا یہی مطلب ہے۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ شیطان اللہ کے نیک بندوں پر ہر وقت حملہ کرنے کی تاک میں رہتا ہے تاکہ ان کے اعمال عنداللہ مقبول نہ ہوں۔ مگر اللہ کے پرہیزگار بندے اس کے حملے کو فوراً سمجھ جاتے ہیں اور اس کے پرواز کو اخلاص کی ڈھال پر روکتے اور خالصتاً اللہ کی طرف متوجہ ہو کر محض اللہ کی رضا کی خاطر اپنے اعمال کو انجام دیتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے نیکی کے کام کو ضائع ہونے سے بچا لیتے ہیں۔

دمِ آخرین تک یہی حالت رہنی چاہیئے

اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والوں کی یہ حالت آخری وقت تک قائم رہتی ہے اور وہ زندگی کا آخری سانس لینے تک اللہ جل شانہٗ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے نوجوان کے پاس تشریف لے گئے جو قریب المرگ تھا۔ آپؐ نے اسے فرمایا "اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے عرض کیا "یارسول اللہ! اللہ تعالےٰ سے (بخشش کی) امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں کے باعث ڈرتا بھی ہوں"۔ تب آپؐ نے فرمایا "ایسے موقعوں پر کسی بندے کے دل میں یہ دو باتیں جمع نہیں ہوتیں مگر اللہ اسے وہ چیز دیتا ہے جس کی وہ امید رکھتا تھا (یعنی مغفرت) اور اسے امن میں رکھ لیتا ہے جس سے وہ ڈرتا تھا (یعنی عذاب) (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

حاصل یہ نکلا کہ انسان کو دمِ آخرین تک اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور مغفرت کی امید رکھنا چاہیئے۔

موت کے وقت خوشخبری

چنانچہ جو شخص مذکورہ بالا اوصاف کے حامل ہوتے ہیں اور تادمِ زیست ثابت قدم رہتے ہیں انہیں موت کے وقت بشارت دی جاتی ہے۔

قولہ تعالےٰ: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (پ ۲۴ س حٰمٓ السجدۃ آیت ۳۰)

ترجمہ: بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور جنت میں خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

یعنی دل سے اقرار کیا اور اس پر قائم رہے اس کی ربوبیت والوہیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ نہ اس یقین واقرار سے مرتے دم تک ہٹے۔ نہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلا۔ جو کچھ زبان سے کہا تھا اس کے مقتضا پر اعتقاداً اور عملاً جمے رہے۔ اللہ کی ربوبیت کاملہ کا حق پہچانا۔ جو عمل کیا خالص اس کی خوشنودی اور شکر گزاری کے لئے کیا۔ اپنے رب کے عائد کئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھا اور ادا کیا۔ غرض ماسوا سے منہ موڑ کر سیدھے اسی کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کے راستے پر چلے۔ ایسے مستقیم الحال بندوں پر موت کے قریب اور قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد قبروں سے اٹھنے کے وقت اللہ کے فرشتے اترتے ہیں جو تسکین و تسلی دیتے اور جنت کی بشارتیں سناتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اب تم کو ڈرنے اور گھبرانے کا کوئی موقعہ نہیں رہا۔ دنیائے فانی کے سب فکر و غم ختم ہوئے اور کسی آنے والی آفت کا اندیشہ بھی نہ رہا اب ابدی طور پر ہر قسم کی جسمانی و روحانی خوشی اور عیش تمہارے لئے ہے اور جنت کے جو وعدے انبیاء علیہم السلام کی زبانی کئے گئے تھے اب وہ تم سے ایفا کئے جانے والے ہیں۔ یہ وہ دولت ہے جس کے ملنے کا یقین حاصل ہونے پر کوئی فکر اور غم آدمی کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔

حدیث شریف کی شہادت

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ تب عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ یا آپؐ کی ازواج مطہرات نے فرمایا۔ بیشک ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا یہ بات نہیں ہے اور لیکن مومن جب اس کو موت آتی ہے تو اسے اللہ کی رضا اور اس کی بارگاہ کی عزت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ پھر اس کو کوئی چیز اس سے زیادہ پیاری نہیں ہوتی جو اس کے لئے (آگے) ہے۔ پھر اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور بیشک جب کافر قریب المرگ ہوتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ پھر اس کے خیال میں اس سے زیادہ اور کوئی چیز ناپسند نہیں ہوتی جو اسے آگے آنے والی ہے۔ پھر اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے (متفق علیہ)

ایک دوسری حدیث میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرنے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ اگر نیک آدمی ہو تو اسے کہتے ہیں "اے پاکیزہ نفس! جو تو پاک وجود میں تھا نکل آ (بارگاہِ الٰہی میں تم) تعریف کئے ہوئے ہو (تمہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے) آرام اور رزق کی خوشخبری دی جاتی ہے۔

ثابت: دونوں حدیثوں سے یہ ہوا ہے اللہ کے نیک بندوں کو موت کے وقت بہشت اور اس جہان میں آرام اور رزق کی خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ •

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مرتے وقت اس خوشخبری سے مشرف فرمائے اور ہمارا شمار بھلائیاں کمانے والے اور جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے بندوں میں — آمین یا الٰہ العالمین۔

قصہ جالوت و طالوت سے ہمیں کیا کیا سبق حاصل کرنے چاہئیں

(ایم عبد الرحمٰن لودھیانوی)

اخوت عامہ، مساوات اسلامیہ، ایثار نفس، مالی قربانی، اعلانِ اسلام، اشاعت توحید، فقیروں کی غمخواری، مسکینوں کی ہمدردی، بیکسوں کی امداد، کافروں سے جہاد، رزق و مال، تنگی و فراخی، داد و ستد سب اسی کے دست قدرت میں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں جہاد کی رغبت ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۔ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ٥ پ ع

(ترجمہ) اور اللہ کی راہ میں لڑتے رہو۔ اور جان رکھو کہ اللہ سنتا جانتا ہے۔ کوئی ہے؟ کہ جو اللہ کو خوشدلی سے قرض دے تا کہ خدا کئی گنا کر کے بہت بڑھا کر اس کو واپس دے اور خدا ہی تنگی فراخی دیتا ہے اور تم اسی کی طرف چلے جا رہے ہو۔

(تفسیر) موت و زندگی سب خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ آئی ہوئی موت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ جب موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اور قضا الٰہی سے رہائی ناممکن ہے۔ تو پھر ایسی موت اختیار کرنی چاہیئے۔ جو خوشنودی خدا کا سبب ہو۔ لہٰذا راہ خدا میں جہاد کرو۔ اشاعت اسلام، اعلان توحید، اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے دشمنان دین سے لڑو اور سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ تمہارے اقوال کو سنتا ہے وہ واقف ہے کہ تم میں سے کون راہ خدا میں قربان ہونے کا حوصلہ رکھتا ہے اور کون ہمت ہار کر بزدل بن کر رہ جاتا ہے۔

یاد رکھو دنیا میں کوئی قوم، قوم نہیں رہ سکتی تاوقتیکہ اس قوم میں اپنے ناموس اور مذہب محفوظ رکھنے کی قدرت نہ ہو بالخصوص وہ مذہب جو تمام دنیا پر پھیلنے والا ہو۔ جس کی توحید اور روشن احکام دنیا بھر کے شریروں کے خلاف نہ ہوں۔ جس سے نہ صرف احتمال بلکہ یقین ہو کہ اس مذہب کے لئے اس کے گھر اور ملک میں بھی سخت سے سخت رکاوٹیں پیش آنی شروع ہوں گی۔ اس لئے حکم دیا کہ اللہ کی راہ میں لڑو جو رکاوٹ پیش آئے اس کو تلوار کی دھاروں سے مٹا دو مگر نیک نیت اور دلی اخلاص بھی ملحوظ رکھو۔ صرف خونریزی اور بنی نوع کا قتل کرانا ہی مقصود نہیں۔ بلکہ یہ جہاد ایسا ہے۔ جیسے مریض کے لئے فصد و فاسد مادہ کا اخراج و قطع برید۔ ایسے معاملات میں نیک نیتی اور دلی اخلاص ضروری ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ اللہ سنتا جانتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دشمنوں سے لڑائی اور ان پر چڑھائی بغیر ساز و سامان کے عادتاً مشکل ہے۔ اس کے لئے مال و دولت کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے اپنے بندوں کو خدا کی راہ میں مال و دولت خرچ کرنے کی بھی نہایت عمدہ طریقہ سے ترغیب دی کہ کوئی ہے جو اللہ کو قرض دے تاکہ اسکے بدلہ میں دنیا و آخرت میں خدا اس کو دوگنا، کئی گنا بلکہ بے شمار بدلہ عنایت فرمائے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ٥ پ۲ ع ۱۶

(ترجمہ) (اے محمدؐ) کیا تم کو موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کی جماعت کی حالت معلوم نہیں۔ جب کہ انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارا ایک بادشاہ مقرر کر دیجیئے تاکہ ہم راہ خدا میں لڑیں۔ نبی نے کہا اگر تم پر جہاد فرض کر دیا گیا تو بہت ممکن ہے تم نہ لڑو، کہنے لگے ہم راہ خدا میں کس طرح جہاد نہ کریں گے۔ حالانکہ ہم اپنے وطن اور بال بچوں سے نکالے جا چکے ہیں۔ لیکن جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو ان میں سے چند آدمیوں کے سوا سب پھر گئے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

یہ قصہ بھی مسلمانوں کو جہاد کی طرف راغب کرنے اور ہر قسم کی قربانی کرنے کے واسطے تیار ہو جانے کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

یہ واقعہ حضرت عیسےٰؑ سے گیارہ سو سال پہلے کا ہے حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل میں یوشعؑ بن نون خلیفہ ہوئے اور انہوں نے لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کی ہدایت کی حضرت یوشعؑ کے بعد کالب ابن یوقنا خلیفہ ہوئے۔ پھر حزقیل خلیفہ ہوئے۔ حزقیل کے بعد بنی اسرائیل میں بہت بڑی بڑی بدعتیں پھیل گئیں۔ اللہ تعالےٰ کے عہود فراموش کر دیئے گئے۔ یہاں تک معاملہ پہنچا کہ بعض لوگوں نے بت پرستی بھی شروع کر دی۔ اس وقت حضرت الیاسؑ مبعوث ہوئے اسی طرح انبیاءؑ کا سلسلہ قائم رہا اور بنی اسرائیل کی حالت بگڑتی چلی گئی۔ آخر میں حضرت الیسعؑ نبی بنا کر بھیجے گئے۔ لیکن بنی اسرائیل کی سرکشیاں بڑھتی گئیں۔

تابوت سکینہ

بنی اسرائیل کے پاس ایک صندوق تھا جس کو تابوت سکینہ کہا جاتا تھا اسکے اندر تورات کا نسخہ حضرت موسیٰؑ کا عصاؑ اور حضرت ہارونؑ کا جبہ تھا یہ صندوق نہایت متبرک تھا۔ جب تک بنی اسرائیل احکام الٰہی کی تعمیل کرتے رہے تو کوئی قوم ان پر ظفریاب نہ ہو سکی۔ لیکن جب ان کی نافرمانیاں اور سرکشیاں حد سے گزر گئیں۔ اور عہد تورات کو انہوں نے بالکل فراموش کر دیا تو خدا تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا اور مختلف لڑائیوں میں ان کو شکستیں کھانی پڑیں۔ اور ایک جنگ میں تو تابوت بھی ان سے چھین لیا گیا۔

محی السنۃ نے سالم میں بیان کیا ہے کہ جب بنی اسرائیل گناہ و سرکشی میں غرق ہو گئے تو ان کے دشمن ان پر غالب آنے لگے چنانچہ ان کا ایک سب سے بڑا دشمن ظاہر ہوا اور ان کی بیخ کنی کے در پے ہو گیا۔ یہ قوم بلشاشا تھی جو بحیرۂ روم کے کنارے مصر و فلسطین کے درمیان رہتی تھی۔ انہی کو عمالقہ کہا جاتا ہے۔ ان کے بادشاہ کا نام جالوت تھا۔ قوم بلشاشا بنی اسرائیل پر غالب آ گئی۔ ان کے بہت سے ممالک انہوں نے فتح کر کے عورتوں اور بچوں کو گرفتار



کر کے لے گئے۔ ان میں سے صرف شہزادے اور شہزادیاں ۴۴۰ تھے۔ عمالقہ نے ان پر جزیہ بھی مقرر کیا۔ خلاصہ یہ کہ بنی اسرائیل کو عمالقہ کے ہاتھوں بڑی طرح ذلت نصیب ہوئی۔ اور ناقابل برداشت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔

لاوی بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم خلیل اللہ کی نسل میں ہمیشہ سے نبوت چلی آتی تھی۔ لیکن ان کی نسل میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ صرف ایک عورت حاملہ بچی تھی۔ بنی اسرائیل اس عورت کی بہت نگہداشت کرتے تھے اور امیدوار تھے کہ اس کے شکم سے شاید نرینہ فرزند پیدا ہو اور ہماری زائل شدہ عزت پھر واپس دلا دے اور اس کی وجہ سے ہماری یہ ذلت دور ہو جائے۔ عورت بھی دعا کرتی تھی کہ الٰہی مجھے فرزند نرینہ عطا فرما۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو لڑکا عنایت فرمایا عورت نے لڑکے کا نام شموئیل رکھا جس کے معنی عبرانی زبان میں یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے میری دعا سن لی۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس لڑکے کا نام شمعون تھا۔ بالآخر شموئیل یا شمعون نے بہترین تربیت پائی۔ علوم تورات حاصل کئے۔ اور اور بالغ ہونے کے بعد خلعت نبوت سے اس کو سرفراز کیا گیا۔ حضرت شموئیل نے دعوت دینی شروع کی اور لوگوں کو تورات کے اوامر و نواہی کی پابند رہنے کی نصیحت کی بنی اسرائیل نے انکی تکذیب کی اور کہنے لگے کہ تم نے نبوت کے دعوی میں بہت جلدی کی قبل از وقت دعوای کر دیا۔ ابھی تم نبی نہیں ہوئے ہو۔ اور اگر تم واقعی ہی نبی ہو تو ہمارے لئے ایک بادشاہ تقرر کر دو جس کی زیر قیادت ہم دشمن پر غالب آئیں۔ اس درخواست کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل کے بادشاہ کا تقرر نبی کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ بادشاہ کی حکومت پر رعایا متفق ہوتی تھی۔ اور بادشاہ نبی کا فرمانبردار ہوتا تھا۔ ایک ہی شخص نبی اور اور بادشاہ نہ ہوتا تھا۔ لاوی بن یعقوب کی اولاد میں نبوت ہوا کرتی تھی۔ اور یہودا ابن یعقوب کی اولاد میں سلطنت ہوا کرتی تھی جب قوم نے حضرت شموئیلؑ سے بادشاہ کے تقرر کی درخواست کی تو حضرت شموئیلؑ نے کہا ایسا نہ ہو کہ بادشاہ مقرر کر دیا جائے۔ اور دشمنوں کی مدافعت تم پر فرض کر دی جائے۔ اور پھر تم منحرف ہو جاؤ۔ سب لوگوں نے پختہ عہد کر لیا۔ حضرت شموئیلؑ بادشاہ کی تلاش میں نکلے ان کے پاس ایک لاٹھی تھی اور خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا تھا کہ اگر اتنا دراز قد آدمی تم کو مل جائے تو اسی کو بادشاہ بنا لو۔ چنانچہ بڑی تلاش کے بعد بنیامین بن یعقوب کی نسل میں سے ایک شخص شاول نامی ملا۔ اسی کو عربی میں طالوت کہتے ہیں یہ سقا یا چرواہا تھا۔ لیکن نہایت تندرست، تن آور، قوی الجثہ اور تمام بنی اسرائیل سے بڑھ کر ذی علم تھا۔ حضرت شموئیل نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خدا تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ بنی اسرائیل بولے کہ یہ تو نہ انبیاء کی نسل سے ہے نہ سلاطین کی نسل سے ہے۔ نہ لاوی کی اولاد سے ہے۔ نہ یہودا کی اولاد سے، پھر ہم اس کو کس طرح بادشاہ تسلیم کریں؟ اس سے زیادہ ہم بادشاہت کے مستحق ہیں۔ اس کے علاوہ یہ شخص ذلیل قوم کا بھی ہے۔ اور

بالکل نادار ہے نہ اس کے پاس نسلی شرافت ہے کہ اپنی خاندانی وجاہت سے لوگوں کو قابو میں لے آئے۔ نہ مال ہی ہے کہ روپیہ دے کر رعایا کو مسخر کر سکے، شموئیلؑ بولے، لوگو! کیا خدا کے انعام میں تمہارا ٹھیکہ ہے؟ وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور طالوت تو تم سے قدآور اور طاقتور بھی ہے۔ علم میں بھی تم سے بڑھ کر ہے۔ پھر بادشاہت کے لئے اور کس بات کی ضرورت ہے۔ اور اگر اب بھی تم کو اس کی بادشاہت میں کچھ شبہ ہے اور خیال کرتے ہو کہ میں نے اپنی طرف سے اس کو بادشاہ بنایا ہے خدا نے اس کو مقرر نہیں کیا ہے۔ تو اس کے ثبوت میں میں کہتا ہوں کہ وہ تابوت جو تم سے دشمن چھین کر لے گئے ہیں طالوت اس کو لے آئے گا۔ اس شرط پر سب رضامند ہو گئے۔ چنانچہ طالوت اس متبرک صندوق کی تلاش میں پیغمبر کے حکم سے چل دیا۔ اور جنگل میں ایک بیل گاڑی کا پر اسے آتا ہوا دیکھا کیونکہ دشمنوں کے واسطے وہ تابوت منحوس ثابت ہوا تھا۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ یہ نحوست بنی اسرائیل ہی میں پھیلانی چاہیئے۔ اس لئے ایک گاڑی پر صندوق کو رکھ کر بیلوں کو ہانک دیا تھا۔ طالوت اس صندوق کو لے آیا۔ اور قوم نے اس کی سلطنت تسلیم کرلی۔ طالوت نے لشکر جمع کیا۔ اور ہزاروں کی تعداد میں ایک جرار فوج لے کر عمالقہ سے مقابلہ کرنے کے لئے چل دیا۔ حضرت شموئیل نے طالوت سے کہا کہ یہ لوگ تعداد میں تو بہت ہیں۔ لیکن حکم الٰہی ہے کہ ان کی آزمائش کی جائے۔ تاکہ معلوم ہو جائے گا کون شخص عہد کی پابندی کرنے والا ہے مصائب پر صبر کرنے والا ہے۔ اور کون شخص عہد شکن اور بزدل ہے۔ چنانچہ پیغمبر کے حکم کے بموجب طالوت نے قوم سے کہا کہ بھائیو! راستہ میں دریائے شاردق آنے والا ہے اور تم کو پیاس کی شدت ہے لیکن خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ کوئی شخص ایک چلو سے زائد پانی نہ پیئے اگر کوئی اس سے زائد پیئے گا تو میرے ساتھ سے رہ جائے گا اور میری قوم سے بھی خارج سمجھا جائے گا۔ سب نے وعدہ کرلیا۔ طالوت فوج کو آگے بڑھائے چلے۔ جب دریائے شاردق کو عبور کرنے کا موقعہ آیا تو ۳۱۳ آدمیوں کے سوا کوئی صبر نہ کر سکا سب نے خوب سیر ہو کر پانی پی لیا۔ دوسرے کنارے پر پہنچے تو کہنے لگے اب تو ہم میں جالوت اور اس کی فوج کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ ہم اس سے لڑ نہیں سکتے۔ لیکن تعمیل احکام کرنے والی قلیل جماعت بولی کہ آدمیوں کی کثرت اور قوت پر فتح و ظفر موقوف نہیں ہے بلکہ خدا کی امداد پر موقوف ہے۔ بہت سی قلیل تعداد کثیر جماعت پر بحکم الٰہی غالب ہو جایا کرتی ہے۔ لیکن ان عہد شکن بزدلوں نے ایک نہ مانی اور بالآخر طالوت کو قلیل تعداد جماعت کے ہمراہ چھوڑ دیا۔ طالوت کے ہمراہیوں میں جتنے آدمی باقی تھے وہ سب پکے مومن اور صابر تھے۔ لیکن پھر بھی طالوت کو خیال ہوا کہ جماعت قلیل ہے کسی طرح ان کو جرأت دلائی جائے تاکہ ہر شخص جان نثاری کے لئے تیار ہو جائے۔ چنانچہ قوم میں اعلان کر دیا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا۔ میں اس کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دوں گا۔ لیکن اس اعلان کے باوجود کسی کو جالوت کے قتل کرنیکی ہمت نہ ہوئی کیونکہ جالوت بڑا دیو ہیکل انسان تھا۔ اس کے علاوہ وہ فاتح قوم کا بادشاہ تھا۔ بالآخر حضرت شموئیل سے درخواست کی کہ آپ دعا کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ جالوت کو کون شخص قتل کرے گا۔ حضرت شموئیل نے دعا کی حکم ہوا کہ ایشا کا ایک لڑکا جالوت کو قتل کرے گا۔ ایشا طالوت کے ہمراہیوں میں سے تھے اور ان کا سلسلہ نسب یہودا بن یعقوب سے ملتا تھا۔ یعنی ایشا بن عبد بن عابو بن سلمون بن یحمون بن عمران بن رام بن عمر بن فارض بن یہودا بن یعقوب۔ ایشا کے بارہ بیٹے تھے۔ گیارہواں قدآور، خوش رو، طاقتور ایک کوتاہ قامت، ضعیف الجثہ حضرت شموئیل نے ایشا کے بیٹوں کو طلب کیا۔ ایشا نے طاقتور بیٹوں کو پیش کر دیا اور کمزور بیٹے کو عار کی وجہ سے پیش نہ کیا حضرت شموئیل نے فرمایا ان میں سے کوئی اس قابل نہیں ہے۔ بارھویں بیٹے کو لاؤ۔ چنانچہ ایشا نے داؤد کو پیش کیا۔ حضرت شموئیل نے کہا ہاں یہی شخص قتل کرے گا۔ پھر اپنے ہاتھ سے داؤد کو زرہ پہنائی اور جنگ کے لئے بھیج دیا۔ حضرت داؤد نے چلتے چلتے چند پتھر اٹھا کر اپنے توبرہ میں رکھ لیے اور گوپھن فلاخن ساتھ لیئے۔ جب جالوت کی فوج کے مقابل طالوت کی فوج نے صف بندی کی اور جالوت مقابلے میں نکل آیا اور اپنا حریف طلب کیا تو حضرت داؤدؑ اس سے لڑنے چلے۔ پتھروں کی جھولی گلے میں ڈالی اور گوپیہ ہاتھ میں لیا امداد الٰہی کے بھروسے پر نہایت جرأت و ہمت سے چل دئے۔ اور جالوت کے مقابلہ پر جاکر کھڑے ہو گئے۔ اور ایک پتھر گوپھن (گوپیہ) میں رکھ کر ایسا کھینچ کر مارا کہ جالوت کے خود پر پڑا۔ اور دماغ کو پاش پاش کرتا ہوا نکل گیا۔ فوج میں اس کے ریزے متفرق ہو گئے۔ اور اس کے ہاتھ سے جالوت کے علاوہ تقریباً پچیس تیس مقتول ہوئے طالوت کی فوج کو فتح ہو گئی اور بالآخر چالیس سال سلطنت کرنیکے بعد طالوت کا انتقال ہو گیا۔ اور حضرت داؤد بادشاہ بنائے گئے اور یہی سب سے پہلے شخص تھے جو بنی اسرائیل کے نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔

جہاد کی حکمت دوسرے سیپارہ کی آخری آیت میں جہاد کا فائدہ اور حکمت بیان کی گئی ہے تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ جہاد سے عالم میں خونریزی اور فساد ہوتا ہے۔ اور انسان کے محترم خون کا بہانا اور زمین پر فساد کرنا کون سا مصلحت آمیز عمل ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ بعض لوگوں کے ذریعہ سے بعض کو پست نہ کرتا تو ملک کا انتظام بگڑ جاتا۔ انتظام عالم اسی پر وابستہ ہے کہ آج ایک قوم غالب اور برسر حکومت ہے تو کل دوسری قوم۔ جو لوگ خدا کے سچے فرمانبردار اور عدالت الٰہی کو اس کے بندوں میں قائم کرنے والے ہیں۔ قانون و انصاف پر عمل کرنے والے ہیں وہ حاکم ہوتے ہیں۔ پھر جب یہ عدل پرستی اور انصاف شعاری چھوڑ دیتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ اپنی زمین کی حکومت کے لئے دوسری قوم کو منتخب فرمالیتا ہے۔ اور اسی طرح نظام عالم قائم ہے خدا نہیں چاہتا کہ اس نظم میں خرابی پیدا ہو۔ خدا تعالیٰ اپنی مخلوق پر ہمیشہ مہربانی کرتا ہے وہ نہیں چاہتا کہ امن عامہ میں فساد پیدا ہو جائے۔ جب کوئی قوم سرکشی، طغیان، اور ظلم و ستم کرنے لگتی ہے تو خدا تعالیٰ امن عام اور نظم عالم کو برقرار رکھنے کیلئے دوسری عادل قوم کو اس کا جانشین بنا دیتا ہے اور یونہی اس عالم کا انتظام درست رکھتا ہے۔

مقام عبرت اس قصہ سے گنہگاروں اور ظالموں کی تباہی، نیکوکاروں اور ایماندار منصفوں کی فتح کا پتہ چلتا ہے۔ اس سے خدا مفسدوں کے شر کو دفع کرتا ہے اگر یہ نہ ہو تو مفسد لوگ ملک کو ویران کر دیا کریں گے۔ لہذا یہ اعتراض لغو ہے کہ انبیاء کا کام لڑائی نہیں بلکہ اصلاح اخلاق اور درستگی اعمال ہے۔ کیونکہ انبیاء کا کام یہ ہے کہ وہ دنیا والوں کے لئے قانون جاری کریں۔ جن سے امن عامہ ہو۔ اور مفسدوں کی شرارت کی بیخ کنی ہو۔ خدا کی زمین پر فساد نہ ہو۔ کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے۔

آنحضرتؐ کو خطاب ہے کہ آپ بھی نبی ہیں۔ لہذا آپ کا فرض بھی یہی ہے کہ عدل کے قانون کا اجراء کریں۔ اور اس کا اجراء بغیر جہاد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اشاعت اسلام کے لئے جہاد ایک ضروری چیز ہے۔

مقصود بیان صبر و استقامت کی تعلیم، راہ خدا میں جان فروشی اور ایثار کرنے کی تلقین اور مصائب میں اسی سے امداد کی التجا کرنے کی ہدایت، اس امر کی صراحت کہ فتح و ظفر خدا کے دست قدرت میں ہے۔ مادی طاقت کی کمی بیشی پر شکست و فتح موقوف نہیں۔ جذبات ایثار اور جرأت و ہمت انسان کا فرض ہے۔

جو شخص خدا پر بھروسہ کرکے اس کی راہ میں ایثار نفس اور قربانی کرتا ہے۔ خدا بھی اس کی مدد کرتا ہے۔ اور اپنے انعامات سے سرفراز فرماتا ہے دنیوی حکومت اور دشمنوں پر کامیابی بھی خدا کی بڑی نعمت ہے۔ دنیوی فنون و علوم بھی خداداد انعام ہے ہوا و ہوس کو بالکل ترک کر دینے والے خدا کے خالص بندے ہیں۔ اور اگر دنیوی آلائش میں بھی کسی قدر آلودہ ہو جائیں تب بھی امید ہے کہ نجات کی امید اور منزل مقصود پر پہنچ جائیں صبر و استقامت اور تحمل مصائب انسان کے ایمان کی کسوٹی ہے اس قصہ میں خدا تعالیٰ مسلمانوں کو جہاد میں ثابت قدمی اور استقلال اور مصائب برداشت کرنے کی رغبت دلاتا ہے۔ اور خالص ایمانداروں کا توکل دکھلاتا ہے۔

فضیلت جہاد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

"اور ان مشرکین سے سب سے لڑو جیسا کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔ اور یہ جان لو کہ بے شک اللہ تعالےٰ متقین کا ساتھی ہے"۔ (توبہ، پ۱۰)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے :-

"جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو (طبعًا) گراں معلوم ہوتا ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خیر ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو اور وہ تمہارے حق میں باعث خرابی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔
(بقرہ۔ پارہ ۲)

ایک اور مقام پر ارشاد ہے :-

"نکل پڑو (خواہ) تھوڑے سامان سے (ہو) اور (خواہ) زیادہ سامان سے (ہو) اور اللہ تعالےٰ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرو۔ (توبہ پارہ ۱۰)

یکصد آیاتِ جہاد کا ترجمہ

مرتبہ: محمد امین بورسٹل جیل بھاول پور

۱- جو اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کو نہیں سمجھ سکتے۔ (پ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۵۴)

۲- اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تمہارے ساتھ لڑیں اور زیادتی نہ کرو بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (زیادتی سے مراد عورتوں اور بچوں کا قتل ہے۔ (۳) اور قتل کرو انہیں جہاں بھی پاؤ اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ بڑا ہے اور ان کے ساتھ خانہ کعبہ میں نہ لڑو جب تک کہ وہ تم سے نہ لڑیں پس اگر وہ تمہارے ساتھ لڑیں تو قتل کرو ان کو یہی کافروں کی سزا ہے۔ (پ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۹۱)

۴- اور لڑو ان سے یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ کا دین قائم ہو جائے پس اگر وہ باز آجائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر سختی جائز نہیں (پ۲ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۹۳)

۵- جہاد تم پر فرض کیا گیا ہے۔ اور وہ تم پر ناگوار ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ پ۲ سورۂ بقر آیت ۲۱۶)

۶- اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو اور جان لو کہ اللہ سننے والا ہے (پ۲ سورۂ بقرہ آیت ۲۴۴)

۷- اکثر ایسا ہوا ہے کہ ایک تھوڑی جماعت نے ایک بہت بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے فتح پائی اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (پ۲ سورۂ بقرہ آیت ۲۴۹)

۸ اور اگر تم اللہ کے راستے میں قتل کئے جاؤ یا خود بخود مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت اس مال سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔ (پارہ ۴ سورۂ بقرہ آیت ۱۵۸)

۹- اگر اللہ تم کو فتح دے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تم کو چھوڑ دے تو اس کے بعد تم کو کوئی فتح نہیں دلا سکتا اور مومن اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ (پ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۶۰)

۱۰- اور جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے ان کو مردے نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور رب کے ہاں سے ان کو رزق تک دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہیں جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کیا۔ (پ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۷۰)

۱۱- پس اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیئے ان لوگوں کو جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی بیچتے ہیں اور جو کوئی اللہ کی راہ میں لڑے اور پھر وہ قتل ہو جائے یا غالب رہے تو ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔ (پ۵ سورہ نساء آیت ۷۴)

۱۲: اور کیا عذر ہے تمہارے پاس کہ تم اللہ کی راہ میں نہیں لڑتے ان عورتوں بچوں اور کمزوروں کی خاطر جو اللہ سے دعا کرتے رہتے ہیں (پارہ ۵ سورہ نساء آیت ۷۵)

۱۳- جو لوگ مومن ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی خاطر لڑتے ہیں پس تم شیطان کے دوستوں سے لڑو بیشک شیطان کی چال کمزور ہے۔ (پ۵ سورہ نساء آیت ۷۶)

۱۴- پس جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ایک جماعت لوگوں سے ڈرنے لگی اور کہنے لگی اے ہمارے رب تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کیا اور تو نے ہمیں تھوڑی مدت مہلت کیوں نہ دی ان سے کہہ دیجئے کہ دنیا کا آرام چند روزہ ہے اور پرہیزگار کے لئے آخرت بہتر ہے اور تم پر ذرا بھر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پ۵ سورہ نساء آیت ۷۷)

۱۵- جہاں کہیں بھی تم ہو گے موت تمہیں پا لے گی اگرچہ تم محکم قلعوں میں کیوں نہ بند ہو۔

۱۶- پس اے نبی آپؐ اللہ کی راہ میں جہاد کریں آپؐ پر صرف اپنی جان کی ذمہ داری ہے آپ مسلمانوں کو جنگ کے لئے ابھاریں (پ۵ سورۂ نساء آیت ۸۴)

۱۷- کافروں کو پکڑو انہیں قتل کرو جہاں کہیں بھی ان کو پاؤ اور ان کو دوست نہ بناؤ (پ۵ سورۂ نساء آیت ۸۹)

۱۸- پس اگر وہ صلح نہ کریں تو ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں کہیں بھی پاؤ اور یہی وہ لوگ ہیں جن سے لڑنا تمہارے لئے حجت ہے (پ۵ س النساء آیت ۹۱)

۱۹- اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرنے والے کی برابری گھر میں بیٹھ رہنے والے مسلمان نہیں کر سکتے اللہ نے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو گھر میں بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت، بزرگی، درجات، بخشش اور بڑی رحمت عطا فرمائی ہے۔

۲۰- اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ گویا جہاد بھی قرب کا وسیلہ ہے (پ۶ سورہ المائدہ آیت ۳۵)

۲۱- اے ایمان والو یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ (پ۶ سورہ المائدہ آیت ۵۱)

۲۲- یاد کرو جب آپ کا پروردگار فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم مسلمانوں کے دل جمائے رکھو۔ یعنی پاؤں اکھڑنے نہ دو میں کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دوں گا پس تم بھی کفار کی گردنوں پر ضرب لگاؤ اور ان کا جوڑ جوڑ کاٹ دو (امداد ملائکہ) (پ۹ سورہ انفال آیت ۱۲)

۲۳- اے ایمان والو جب تم جنگ میں کفار سے مقابلہ کرو تو پیچھے نہ ہٹو اور پیٹھ نہ پھیرو۔ (پ۹ سورہ انفال آیت ۱۵)

۲۴- اور جو کوئی پیچھے ہٹے جنگ کے دن یا پیٹھ دیکر لوٹے (سوائے جنگی چال کے) تو ایسا شخص اللہ کے غضب میں آگیا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا جو بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ پ۹ سورہ انفال آیت ۱۶)

۲۵- پس کفار کو تم نے قتل نہیں بلکہ اللہ نے قتل کیا اور آپؐ نے مٹھی بھر کنکریاں ان کی طرف نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں تاکہ مسلمانوں کو مصیبت میں ڈال کر آزمائے بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے (پ۹ سورہ انفال آیت ۱۷)

۲۶- اور کفار سے لڑتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ کا دین باقی رہ جائے پس اگر کفار باز آجائیں تو اللہ جانتا اور دیکھتا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ (پ۹ سورہ انفال آیت ۳۹)

۲۷- اور اگر کفار سرتابی کریں تو جان لو اللہ ہی تمہارا مددگار ہے کیا ہی اچھا حمایتی ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔ (پ۹ سورۂ انفال ۴۰)

۲۸- اور جو لوگ ایمان لے آئے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اور جنہوں نے مہاجرین کو پناہ دی اور امداد دی وہی سچے مسلمان ہیں اور انہی کے لئے بخشش، رزق اور عزت ہے۔ (مجاہدین کی امداد کرنی چاہیئے) (پ۱۰ سورہ انفال آیت ۷۴)

۲۹- اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور تمہارے ساتھ ہجرت اور جہاد کیا وہ بھی تم ہی میں سے ہیں۔ (پ۱۰ سورۂ انفال آیت ۷۵)

۳۰- پھر حرمت کے مہینوں کے بعد مشرکین کو جہاں کہیں بھی پاؤ قتل کرو اور ان کو پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات پر ان کی تاک میں بیٹھو۔ (پ۱۰ سورہ توبہ آیت ۵)

۳۱- کافروں سے لڑو تاکہ اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو عذاب دے اور رسوا کرے اور تم کو ان پر فتح دے اور اس طرح مسلمانوں کے

سینے کو ٹھنڈا کر دے۔ (پ۱۰ سورہ توبہ آیت ۱۴)

۳۲- مسلمانو! یہ نہ سمجھو کہ تم امتحان کے بغیر چھوڑ دیئے جاؤ گے جنہوں نے اللہ کے راستے میں مال و جان سے جہاد کیا اور اللہ کے سوا کسی کو معبود نہیں بنایا اور رسول اور مؤمنین کو ولی دوست سمجھا وہی ایمان اور عمل کی کسوٹی پر پورے اترے اور اللہ خوب واقف ہے جو تم کرتے ہو۔ (پ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۱۶)

۳۳- جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا اپنے مال اور جان سے لڑے وہ اللہ کے نزدیک درجے میں سب سے بڑے ہیں اور وہی کامیاب ہیں اللہ اپنی رحمت سے انہیں اپنی رضامندی اور ہمیشہ آرام دِہ بہشتوں کی خوش خبری دیتا ہے ایسی بہشتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔ (پ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۲۰ تا ۲۲)

۳۴- اللہ تمہاری بہت سے موقعوں پر مدد کر چکا ہے خاص کر جب جنگِ حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرتِ تعداد نے تمہیں تعجب میں ڈال دیا تھا لیکن تمہاری کثرت تمہارے کام نہ آئی اور زمین تم پر وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ پھیر کر لوٹے۔ (پ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۲۵)

۳۵- پھر اللہ نے اپنے رسول اور مسلمانوں پر تسکین نازل فرمائی اور ایسے لشکر اتارے جو تم نہ دیکھتے تھے یعنی فرشتوں کے لشکر اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔ (پ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۲۶)

۳۶- اے ایمان والو! مشرک بالکل ناپاک ہیں.... پس لڑو ان لوگوں سے جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ (پ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۲۸، ۲۹)

۳۷- اے نبی کفّار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔ (پ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۷۳)

۳۸- لیکن رسول اللہؐ اور مسلمانوں نے اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ انہی لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں ہیں اور یہی کامیاب ہیں۔ (پ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۸۸)

۳۹- اور یاد کرو وہ وقت جب اللہ کافروں کو آپ کی نظر میں تھوڑا دکھا رہا تھا اگر وہ زیادہ تعداد میں دکھاتا تو تم مسلمان ہمت ہار بیٹھتے اور لڑائی کے بارے میں تکرار کرتے لیکن اللہ نے آپ کو بچا لیا اور وہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ (پ۱۰ سورۂ انفال آیت ۴۳)

۴۰- اور وہ وقت بھی یاد کرو جب تم کفار کے مقابلے کو نکلے تو اللہ دونوں فوجوں کو ایک دوسرے کی نظر میں تھوڑا دکھا رہا تھا تاکہ اللہ کا مقدر پورا ہو جائے اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں (جنگِ بدر میں کفار کی شکست مقدر تھی) پ۱۰ سورہ انفال آیت ۴۴

۴۱- اے ایمان والو! جب تم کسی گروہ کے ساتھ لڑو تو خوب ڈٹے رہو اور اللہ کو بھی یاد رکھو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ (پ۱۰ سورہ انفال آیت ۴۵)

۴۲- اور اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم مانو اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور تکلیف پر صبر کر دبے شک اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔ (پ۱۰ سورہ انفال آیت ۴۶)

۴۳- اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور دکھاوے کے لئے نکلے اور وہ لوگوں کو اللہ کے سے روکتے تھے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (پ۱۰ سورہ انفال آیت ۴۷)

۴۴- پس اگر آپ کافروں کو لڑائی میں پائیں تو خوب کاری ضربیں لگائیں تاکہ ان کے امدادی پیچھے سے بھاگ جائیں اور نصیحت پکڑیں۔ (پ۱۰ سورہ انفال آیت ۵۷)

۴۵- اور اگر آپ کو کسی قوم کی عہد شکنی کا خوف ہو تو ان کا عہد ان کی طرف مساوی طور پر لوٹا دیں بے شک اللہ عہد شکنی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (پ۱۰ سورۂ انفال آیت ۵۸)

۴۶- اور ہرگز خیال نہ کریں کہ کافر لوگ آگے نکل گئے ہیں کیونکہ وہ ہمیں عاجز نہیں کر سکتے۔ (پ۱۰ سورہ انفال آیت ۵۹)

۴۷- اور تیار رکھو اسلحہ اپنی طاقت کے مطابق تاکہ تم اللہ اور اپنے دشمنوں کو اور اس کے علاوہ دوسروں کو بھی جن کو تم نہیں جانتے بلکہ اللہ ہی جانتا ہے مرعوب کر سکو اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو اس کا پورا اجر دیا جائے گا اور تمہارے ساتھ بے انصافی نہیں ہوگی۔ (پ۱۰ سورہ انفال آیت ۶۰)

۴۸- اے نبیؐ مسلمانوں کو جہاد کا شوق دلایئے اگر وہ بیس صابر ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر ایک سو مومن ہوں گے تو ہزار کفار پر غالب آئیں گے کیونکہ کفار احمق ہیں۔ (پ۱۰ سورہ انفال آیت ۶۵)

۴۹- اب اللہ نے اس میں کچھ تخفیف کر دی ہے کیونکہ اسے تمہاری کمزوری کا علم ہے پس اگر مسلمانوں میں سے ایک سو صابر ہوں گے تو وہ دو سو کفار پر غالب آئیں گے۔ اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں گے اور اللہ صابروں کا ساتھی ہے۔ (پ۱۰ سورہ انفال آیت ۶۶

۵۰- پس غنیمت کے مال سے جو تم نے حاصل کیا کھاؤ پیو کیونکہ یہ تمہارے لئے حلال ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (پ۱۰ سورہ انفال آیت ۶۹)

شوقِ جہاد



حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان کے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ بدر کی جنگ میں شریک نہ ہوئے — انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کی۔ اے اللہ کے رسولؐ! مَیں کفر اور اسلام کی پہلی لڑائی میں شریک نہ ہو سکا۔ اب اگر اللہ نے مجھے مشرکوں سے کسی جنگ میں شریک ہونے کی توفیق بخشی تو خود میرا اللہ دیکھ لیگا کہ مَیں مشرکوں سے کیا کرتا ہوں۔ جنگ اُحد میں انس بن نضرؓ آگے بڑھے اور ان کے سامنے سعدؓ بن معاذ آئے۔ انسؓ نے کہا اے سعدؓ مَیں بہشت میں جانا چاہتا ہوں۔ مَیں اُحد کے پہاڑ سے بہشت کی مہک پا رہا ہوں۔ سعدؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ حضورؐ! اُحد میں جو کام انسؓ نے کیا ہم نہ کر سکے ان پر اسّی سے کچھ اوپر زخم تلوار، برچھے اور تیر کے لگے تھے۔ جب وہ شہید ہو گئے۔ مشرکوں نے ان کی لاش کے ٹکڑے کر دئے۔ انہیں ان کی بہن نے ان کی انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔ حضرت انسؓ نے کہا۔ ہم خیال کرتے تھے کہ اللہ کی یہ آیت حضرت انسؓ بن نضر اور ان جیسے مومنوں کے حق میں اتری ہے۔ مومنوں میں سے ایسے آدمی بھی ہیں کہ جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے باندھا اسے پورا کر دکھایا۔

(بخاری۔ کتاب الجہاد)

قرونِ اولیٰ کی مسلمان عورتوں کی حق گوئی



حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں



مولانا نجم الدین اصلاحی

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ جس طرح حق کا بولنا دشوار ہے اسی طرح حق کا سننا بھی اس سے زیادہ دشوار ہے۔ مگر ان دونوں۔ اوصاف میں قرون اولیٰ کے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں تاریخ اسلام کے زریں صفحات پر اپنی پوری تابانی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ اور رہتی دنیا تک آنے والی نسلوں کو حق گوئی راست بازی، اور آزادی رائے کا پیغام پہونچا رہی ہیں، وا حسرتا کہ آج اس دور میں یہ اوصاف حق گوئی مسلمان مردوں کے اندر بھی نظر نہیں آرہا ہے۔ اور یہ سب باتیں خواب وخیال بن کر رہ گیئں ہیں۔ ہم اس موقع پر عقد الفرید وغیرہ کتب معتبرہ سے ان چند عورتوں کے حالات پیش کر رہے ہیں۔ جو جنگ صفین میں بنو ہاشم کی طرفدار تھیں اور عین جنگ کے موقع پر اہلِ شام کے خلاف نہایت جوش وخروش کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کو ابھارنے کے لئے خطبات دئیے تھے۔ اور اشعار پڑھکر حوصلہ افزائی کی تھی۔ جنگ کے خاتمہ پر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب طلبی کے لئے ان کو بلوایا تو انہوں نے نہایت آزادی، دلیری اور اخلاقی جرأت کے ساتھ اپنے دلی خیالات ظاہر کیئے اور جس بات کو وہ حق جانتی تھیں۔ اس کے اظہار میں امیر شام کا رعب داب بھی ان پر غالب نہ سکا۔

چھاؤں میں تلوار و نکے ہم جا کے کہہ آتے تھے حق
غالب آتا تھا نہ ہم پر خوف سلطان و امیر

عورتوں کی حق گوئی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلم اور بردباری کی کچھ کیفیات کا واقعات ذیل سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے

بنی ہلال کے قبیلے کی ایک عورت بکارہ نامی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر ہوئی جو بہت معمر اور بدن میں رعشہ بینائی میں فرق تھا۔ سلام کرکے بیٹھ گئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سلام کا جواب دیا۔ اور کہا افسوس زمانہ نے تمہارا حال دیگرگوں کر دیا۔ بکارہ بولی بیشک اسکی گردشیں ایسی ہی ہیں۔ مروان وہاں پر موجود تھا۔ کہا کہ امیر المومنین نے اس کا کلام بھی سنا ہے۔ وہ کہتی ہے

قد کنت اطمع ان اموت ولا اری
فوق المنابر من امیة خاطبا

یعنی میری اندوتھی کہ میں مرجاؤں اور بنی امیہ میں سے کسی کو منبر پر خطبہ پڑھتے نہ دیکھوں۔

فالله اخرمن فی قتطا ولت
حتی رایت من الزمان عجائبا

مگر خدا نے میری رسی دراز کر دی۔ یہاں تک کہ زمانہ کے عجیب وغریب کرشمے میری نظر سے گذرے

فی کل یوم الزمان خطیبھم
بین الجمیع لال احمد عائبا

میں برابر ان کے خطیبوں سے علی الاعلان آل احمدؐ کی برائیاں سنتی رہی۔

بکارہ نے کہا اے معاویہ مکرنے سے کچھ حاصل نہیں۔ اور جھوٹی خوشامد کی عادت نہیں۔ اس لئے جو کچھ سنا گیا ہے۔ وہ میرا ہی کلام ہے۔ لیکن جو کلام ان کو معلوم نہیں ہے۔ اور انہوں نے نہیں پڑھا۔ وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے حضرت معاویہ رضؓ نے ہنس کر کہا ہوگا۔ لیکن یہ امر تمہاری حاجت برآری کرنے سے مجھ کو مانع نہیں آسکتا، تم اپنی حاجت بیان کرو۔ میں فراخ دلی سے اس کو پورا کرونگا۔ غیر تمند بکارہ نے جواب دیا۔ اس بے لطفی کے بعد اظہار حاجت نامناسب ہے۔ اور یہ کہکر اٹھ کر چلی گئی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس عمرو بن العاص اور سعید بن العاص وغیرہم بھی موجود تھے۔ عدی ابن قیس کی بیٹی "زرقاء" کا ذکر ہوا جو اپنی قوم کے ساتھ جنگ صفین میں شریک تھی۔ سب نے اس کے اشعار سنائے۔ جن سے اسکی قوم اشتعال میں آکر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجوں پر حملے کرتی تھی۔ امیر نے فرمایا بتاؤ اس کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیئے۔ مصاحبوں نے یہ دیکھ کر کہ امیر معاویہ رضؓ غصہ میں ہیں۔ اور آپ کا منشا اس کو سزا دینا ہے۔ کہا اس کا قتل واجب ہے۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ بڑا ہی برا مشورہ ہے کیا مجھ کو ایسی عورت کا قاتل مشہور کرکے دنیا میں بدنام کرنا چاہتے ہو۔ جو اس میرے ملک اور میرے قابو میں ہے، زرقاء اس وقت کوفہ میں تھی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عامل کوفہ کو خط لکھا "زرقاء نے کہا اگر امیر نے میرا وہاں جانا میری مرضی پر رکھا ہے۔ تو مجھے جانے میں عذر اور انکار ہے۔ اور اگر شاہی اور حتمی حکم ہے۔ تو بہر حال جانا پڑیگا۔ غرض عامل نے اس کو تزک واحتشام کے ساتھ روانہ کیا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی۔ تو پوچھا سفر کس طرح طے ہوا۔ کہا۔ جس طرح لڑکی ماں کے گود میں پرورش پاتی ہے۔ یا بچہ گہوارہ میں سوتا ہے۔ کہا ہم نے اسی طرح عامل "گورنر" کو ہدایت کی تھی۔ پھر معاویہ رضؓ نے فرمایا تم کو معلوم ہے۔ تم کیوں بلائی گئی ہو، زرقاء نے کہا جو راز مجھ پر پوشیدہ ہے۔ میں کیونکر اس سے آگاہ ہو سکتی ہوں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے زرقاء کیا تو جنگ صفین میں سرخ اونٹ پر سوار موجود نہیں تھی اور کیا تو اپنے خطبوں کی تیز و تند ہوا سے آتش حرب کو بھڑکا نہیں رہی تھی اور لوگوں کو قتل وخون میں لتھڑنے کے لئے جوش نہیں دلا رہی تھی، آخرکار اس کا سبب؟

زرقاء، امیر المومنین زمانہ انقلاب انگیز ہے، اور حوادث و واقعات کا سلسلہ برابر جاری ہے۔

امیر معاویہ رضؓ زرقاء تجھ کو اپنا اس دن والا خطبہ یاد ہے۔

زرقاء، واللہ مجھ کو یاد نہیں

امیر، مجھ کو تو یاد ہے، سنو تم اپنی فوج اپنے قبیلے کے نوجوانوں کو خطاب کرکے کہہ رہی تھی، "تم اس فتنہ سے بچو جو ظلمت کے پردے ڈال رہا اور لوگوں کو راہ راست سے بھٹکا رہا ہے، یہ کیسا اندھا، بہرہ اور گونگا فتنہ ہے کہ نہ ہانکنے والوں کی ہانک سنتا ہے، اور نہ کھینچنے والوں کی مرضی پر چلتا ہے، دیکھو چراغ آفتاب کے سامنے روشن نہیں ہوتا، یعنی علیؓ کی موجودگی میں معاویہؓ کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ستارے چاند کے سامنے ماند رہتے ہیں، پس اے مہاجرین یاد رکھو عورتوں کی آرائش مہندی سے ہے اور مردوں کی خون سے۔

ان الفاظ کے سنانے کے بعد امیر نے کہا، اے زرقاء جو خون علی رضؓ نے بہائے ان میں تو بھی شریک تھی؟

زرقاء امیر المومنین خدا آپ کا بھلا کرے، گزشتہ واقعات سنا کر آپ نے میرے

دل کو پر جوش بنا دیا اور میری مردہ روح کو پھر زندہ کر دیا۔

امیر، کیا اس بات میں کہ تم علیؓ کے ساتھ سفک دماء میں شریک تھی تم کو خوشی ہے؟

زرقاء، نہ صرف خوش بلکہ فخر، امیر المومنین کو میرے خیالات کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا،

امیر معاویہؓ: علیؓ کے ساتھ تیری وفاداری ان کی وفات کے بعد زیادہ قابل عزت ہے۔ بہ نسبت اس محبت و عقیدت کے جو اس کی زندگی میں تم ان کے ساتھ رکھتی تھی، اسے زرقاء جس چیز کی تجھے خواہش ہو مانگ، تجھ جیسی قابل وفادار اور حق گو عورت کی ضروریات کا پورا کرنا میرا فرض ہے

زرقاء جس کے خلاف میں ہمیشہ میں اپنے خیالات ظاہر کرتی رہی، لڑائیوں فوجوں کو بھڑکاتی رہی اب اس سے کس منہ سے سوال کروں، بغیر سوال اور خواہش کے جو کچھ عنایت ہوگا اس کو بسر و چشم قبول کروں گی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زرقاء اور اس کے ساتھیوں کو انعام و اکرام اور خلعت دے کر رخصت کیا اور درباریوں سے اس کی آزادانہ روش کی تعریف کی۔

ام سنان کی آزادانہ گفتگو امیر معاویہؓ سے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مروان گورنر مدینہ تھا، اکثر لوگ اس کی خود رائیوں اور سختیوں کے شاکی تھے، مگر دربار معاویہؓ میں کسی کو شکایت کی جرأت نہ تھی، ایک لڑکے کو اس نے کسی قصور پر یا کسی بہانہ سے قید کر دیا، اس کی دادی ام سنان بنت حیثمہ مروان کے پاس پہنچیں اور اس کی بے گناہی اور اپنی ضعیفی کا اظہار کیا مگر مروان نے ایک نہ سنی، آخر وہ تنگ آکر معاویہؓ کے دربار میں گئیں اور اپنا حسب نسب بیان کیا، امیر معاویہؓ نے پہچان کر کہا تو وہی تو نہیں جو ہم پر تبرا کرتی تھی، اور ہمارے دشمنوں کو ہمارے مقابلہ پر برانگیختہ کرتی تھی؟

ام سنان، اے معاویہؓ عبد مناف کی اولاد کو اخلاق حسنہ اور وسیع علم دیا گیا ہے، وہ واقف ہو کر انجان نہیں بنتے اور حلم کے بعد سفاہت اختیار نہیں کرتے اور عفو کے بعد انتقام نہیں لیتے۔

امیر معاویہؓ، بے شک ہم ایسے ہی ہیں مگر کیا تم وہی تو نہیں جس نے اپنے اشعار میں علیؓ کی مدح و ثناء اور ان کے مخالفین کی ہنسی اڑائی تھی، اور کچھ اشعار بھی امیر معاویہؓ نے پڑھے۔

ام سنان، بے شک یہ اشعار میرے ہی ہیں لیکن میں امید کرتی ہوں کہ آپ ہمارے لئے علیؓ کے بعد بہتر خلیفہ ثابت ہوں گے۔

امیر کے ایک درباری نے جو پاس ہی بیٹھا تھا ام سنان کے چند اشعار اور پڑھے جو بہت زیادہ سخت الفاظ میں تھے امیر کا دل اور مکدر ہو گیا، یہ حالت دیکھ کر ام سنان نے کہا،

اے امیر المومنین تیرے ایسے ہی مصاحبوں نے مسلمانوں کو تجھ سے ناراض رکھا ہے، ان کی باتوں کو جو خود غرضی اور خوشامد پر محمول ہوتی ہیں حقیر جان اور ان کو اپنا مقرب نہ بنا، اگر تو ایسے مصاحبوں سے بچتا رہے گا تو خدا کا قرب نصیب ہونے کے علاوہ مومنوں کے دلوں میں تیری جگہ ہوگی، آپ ہمارے دلی خیالات سے واقف ہیں، ہم ان لوگوں سے نہیں ہیں جو منہ پر تعریف کریں اور پیٹھ پیچھے برا بھلا، جو چیز ہمارے دلوں میں جاگزین تھی ہم اس کو آپ سے زیادہ محبوب رکھتے تھے، لیکن اب جبکہ وہ نہیں ہے ہم علیؓ کے بعد آپ کو بھی اور لوگوں کی بہ نسبت زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔

امیر معاویہؓ، اور لوگوں سے تمہاری کیا مراد ہے؟

ام سنان، مروان بن الحکم وغیرہ جو آپ کو اور آپ کی حکومت کو بدنام کر رہے ہیں۔

امیر معاویہؓ، میرے ساتھ محبت و عقیدت کی کیا وجہ ہے؟

ام سنان، آپ کے حلم کی وسعت اور آپ کے عفو و درگذر کے سبب سے۔

امیر معاویہؓ، یہاں کیونکر آنا ہوا؟

ام سنان، مروان حاکم مدینہ کی شکایت لے کر آئی ہوں، نہ وہ انصاف کرتا ہے اور نہ شریعت کے موافق فیصلے کرتا ہے، خلق خدا اس سے تنگ ہے، میرا پوتا بھی اس نے جیل میں ڈال دیا ہے میں اس کے پاس دادخواہی کے لئے گئی تھی، مگر وہ پتھر سے زیادہ سخت اور حنظل سے بھی زیادہ کڑوا نکلا اور اب میں مجبور ہو کر اس دربار میں آئی ہوں جہاں مروان کی نسبت زیادہ عفو اور درگذر کی امید ہے،

حضرت امیر معاویہؓ نے کاتب کو اشارہ کیا کہ رہائی کا حکم لکھ کر ام سنان کے حوالے کر دے، اور اس کی صاف گوئی اور اظہار حق و صداقت میں بے خوفی وغیرہ کی وجہ سے پانچ ہزار درہم زاد راہ کے لئے اور ایک اونٹ سواری کے لئے دیکر اس کو رخصت کر دیا جائے۔

ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے موسم حج میں بنی کنانہ کی ایک عورت کو جو مدینہ میں قیام کرنے کی وجہ سے دارمہ حجونیہ کے نام سے مشہور تھی بلوایا اور پوچھا کہ دارمہ جانتی ہو کہ تم کو کیوں بلایا گیا ہے۔

دارمہ، غیب کا علم خدا ہی کو ہے۔

معاویہؓ، کیا یہ صحیح ہے کہ تو علیؓ کے ساتھ محبت رکھتی تھی اور ان میں تو نے مجھ سے کیا برائی دیکھی؟

دارمہ، علیؓ سے مجھے اس لئے محبت تھی کہ وہ رعیت کے ساتھ انصاف کرتا تھا، سب کو استحقاق کے موافق حقوق دیتا تھا، مسکینوں سے محبت اور دینداروں کی تعظیم کرتا تھا، اور آپ سے بغض کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنے سے افضل کے ساتھ لڑے اور جس کے آپ مستحق نہ تھے اس حق کے طالب ہوئے، آپ نے خونریزی کرائی، فیصلوں میں ناانصافی اور ہوائے نفس کے ساتھ حکومت کی ان کو آپ کی طرح حکومت نے فتنہ میں نہیں ڈالا اور دولت نے آپ کی طرح ان کو غافل نہیں کیا،

امیر، تو نے ان کا کلام بھی سنا؟

دارمہ، کیوں نہیں خود ان کی زبان سے سنا ان کا کلام تاریکی سے دلوں کو اس طرح جلا کرتا تھا جیسے تیل برتن کا زنگ چھوڑا دیتا ہے،

امیر، اگر کچھ ضرورت ہو تو بیان کریں تیری کھری کھری باتوں سے بہت خوش ہوا۔

دارمہ، مجھ کو سو اونٹنیاں سرخ رنگ کی درکار ہیں جن کے ساتھ ان کے دربان بھی ہوں۔

امیر، اگر میں سو اونٹنیاں تجھ کو دے دوں تو پھر تیرے دل میں علیؓ کے برابر میری جگہ ہوگی یا نہیں؟

دارمہ، سبحان اللہ یہ آرزو!

امیر نے جواب میں دو شعر پڑھے

اذا لم اعد بالحلم منی علیکم
فمن ذا الذی بعدی یؤمل للحلم
خذیها ھنیئا واذکری فعل ماجد
جزاك علی حرب العداوۃ بالسلم

یعنی میں اگر تمہارے ساتھ فراخ حوصلگی سے پیش نہ آؤں تو پھر کون ہے میرے بعد جس سے امید کی جائے، یہ اونٹنیاں تجھ کو مبارک ہوں اور یاد رکھو اس شخص کو جس نے تیرے ساتھ عداوت کی جگہ صلح کا سلوک کیا۔

اس کے بعد امیر نے کہا واللہ اگر علیؓ زندہ ہوتے تو ان حالات میں ایک اونٹنی بھی تجھ کو نہ دیتے۔

دارمہ نے کہا واللہ یہ سچ ہے وہ اونٹنی تو اونٹنی بلی کا بچہ تک بھی مسلمانوں کے مال سے نہ دیتے۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے والی کو لکھا کہ ام الخیر بنت حریش ابن سراقہ کو با عزت و احترام ہمارے پاس روانہ کر دو، ام الخیر بڑی ہی آزاد خیال اور بیباک عورت تھی، وہ اہل شام سے لڑنے اور حضرت علیؓ کا ساتھ دینے کے لئے ایک فصیح و بلیغ اور

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

انسانیت کی تکمیل

از مولانا سید سلیمان ندوی صاحب

تاریخ کی دنیا میں ہزاروں لاکھوں اشخاص نمایاں ہیں، جنہوں نے آنے والوں کے لئے اپنی اپنی زندگیاں نمونہ کے طور پر پیش کی ہیں، ایک طرف سپہ سالاروں کے جنگی پرے ہیں۔ ایک طرف حکما، اور فلاسفروں کا متین گروہ ہے ایک طرف فاتحین عالم کی پرجلال صفیں ہیں ایک طرف دولتمندوں اور خزانے کے مالکوں کی نرم گدیاں اور کھنکھناتی تجوریاں ہیں۔ ان میں سے ہرایک کی زندگی آدم کے بیٹوں کو اپنی اپنی طرف کھینچتی ہے کاربھیج کا ہنیبال، مقدونیہ کا سکندر، روم کا سیزر، ایران کا دارا، یورپ کا نپولین۔ ہرایک کی زندگی ایک کشش رکھتی ہے۔ سقراط، افلاطون، ارسطو، دیوجانیں اور ایران کے دوسرے مشہور فلسفیوں سے لیکر اسپنسر تک تمام حکماء اور فلاسفروں کی زندگیوں میں ایک خاص رنگ نمایاں ہے۔ نمرود فرعون اور ابوجہل اور ابولہب کی دوسری شخصیتیں ہیں۔ قارون کی ایک الگ زندگی ہے۔ غرض دنیا کے اسٹیج پر ہزاروں قسم کی زندگیوں کے نمونے ہیں جو بنی آدم کی عملی زندگی کے لئے سامنے ہیں۔ لیکن بتاؤ ان مختلف اصناف انسانی میں سے کس کی زندگی نوع انسان کی سعادت فلاح اور ہدایت کی ضامن اور کفیل اور اس کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے۔

ان لوگوں میں بڑے بڑے فاتح اور سپہ سالار ہیں جنہوں نے اپنی تلوار کی نوک سے دنیا کے طبقے الٹ دیئے ہیں۔ لیکن کیا انسانیت کی ہدایت و فلاح کے لئے انہوں نے کوئی نمونہ چھوڑا۔ کیا ان کی تلوار کی کاٹ میدانِ جنگ سے آگے بڑھ کر انسانی اوہام و خیالات فاسدہ کی بیڑیوں کو بھی کاٹ سکی، انسانوں کے باہمی برادرانہ تعلقات کی گتھی بھی سلجھا سکی۔ انسانی معاشرت کا کوئی خاکہ پیش کر سکی ہماری روحانی مایوسیوں اور ناامیدیوں کا کوئی علاج کر سکی ہمارے دلوں کی ناپاکی اور زنگ کو مٹا سکی ہمارے اخلاق اور اعمال کا کوئی نقشہ بنا سکی۔

دنیا میں بڑے بڑے شاعر بھی پیدا ہوئے ہیں ان خیالی دنیا کے یہ شہنشاہ عملی دنیا میں بالکل بیکار ثابت ہوئے ہیں۔ اسی لئے افلاطون کے مشہور نظام حکومت میں ان کے لئے کوئی جگہ نہیں رکھی گئی شاعر سے لیکر آج تک فوری جوش و ہنگامہ کی آرائش اور خیالی لذت و الم کی افزائش کے سوا نسل انسانی کو اس کی زندگی کے مشکلات دور کرنے کے لئے یہ لوگ کوئی صحیح مشورہ نہ دے سکے، کیونکہ ان کی شیریں زبانیوں کے پیچھے ان کے حسن عمل کا کوئی خوش نما نمونہ نہ تھا۔ اسی لئے قرآن پاک نے کہا،

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ ۝ اَلَمْ تَرَا نَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (شعراء ۱۱)

اور شاعروں کی پیروی بہکے ہوئے لوگ کرتے ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہر وادی میں بھٹکتے رہتے ہیں، اور وہ جو کہتے ہیں، اس کو کہتے ہیں۔ اس کو کرتے نہیں، لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے۔ اور نیک کام کئے۔

قران پاک نے ان کی شیریں زبانی کے بے اثر ہونے کا فلسفہ بھی بتا دیا۔ کہ وہ خیالات کی وادیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں۔ اور ایمان و عمل صالح کے جوہر سے خالی ہوتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اس دولت سے مالا مال ہوں۔ تو کچھ نہ کچھ ان کی باتوں میں ضرور اثر ہوگا، تاہم وہ اصلاح و ہدایت کے عظیم الشان فریضہ کو ادا نہیں کر سکتے دنیا کی تاریخ خود اس واقعہ پر گواہ ہے حکماء اور فلاسفر جنہوں نے بارہا اپنی عقل رسا سے نظام عالم کے نقشے بدل دیئے ہیں جنہوں نے عجائبات عالم کی طلسم کشائی کے جیرت انگیز نظریے پیش کئے ہیں، وہ بھی انسانیت کے نظام ہدایت کا کوئی عملی نقشہ پیش نہ کر سکے اور نہ فرائض انسانی کی طلسم کشائی میں کوئی عملی امداد دے سکے کہ ان کی دقیق نکتہ سنجیوں اور بلند خیالیوں کے پیچھے بھی حسن عمل کا کوئی نمونہ نہ تھا۔ ارسطو نے فلسفہ اخلاق کی بنیاد ڈالی، ہر یونیورسٹی میں اس کے اتھکس پر بہترین لیکچر دیئے جاتے ہیں، اور اخلاقی مسائل میں اس کی نکتہ آفرینیوں کی داد دی جاتی ہے۔

لیکن سچ بتاؤ۔ اس کو پڑھ کر یا سن کر نوع انسانی کے کتنے افراد راہ راست پر آئے۔ آج دنیا کی ہر یونیورسٹی میں اتھکس کے بڑے بڑے لائق پروفیسر اور اساتذہ موجود ہیں۔ مگر ان کے علم اخلاق کے فلسفیانہ رموز و اسرار کا دائرہ اثر ان درسگاہو کی چہار دیواریوں سے کبھی آگے بڑھ سکا یا بڑھ سکتا ہے؟ اس لئے کہ جب ان کمروں سے نکل کر وہ باہر میدان میں آتے ہیں تو ان کی عملی زندگی عام افراد انسانی سے ایک انچ بھی بلند نہیں ہوتی۔ اور انسان کانوں سے نہیں آنکھوں سے بنتا ہے۔

دنیا کے اسٹیج پر بڑے بڑے بادشاہ اور حکمران بھی رونما ہوئے ہیں۔ جنہوں نے کبھی کبھی چار دانگ عالم پر حکومت کی ہے، قوموں کے جان و مال پر قابض ہوئے ہیں۔ ایک ملک کو اجاڑ اور دوسرے کو بسایا ہے۔ ایک قوم کو گھٹایا اور دوسری کو بڑھانا ہے۔ ایک سے چھینا اور دوسرے کو دیا ہے، مگر انکا عام نقشہ وہی رہا۔ جس کو قران پاک نے ایک آیت میں ملکہ سبا کی زبان سے ادا کیا۔

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ (سبا۔۳)

بیشک بادشاہ جب کسی آبادی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو بگاڑ دیتے ہیں۔ اور وہاں کے معزز باشندوں کو ذلیل کرتے ہیں۔

ان کی تلواروں کی دھاک نے آبادیوں اور مجمعوں کے مجرموں کو روپوش کر دیا۔ لیکن تنہائیوں اور خلوت خانوں کے روپوش مجرموں کو وہ باز نہ رکھ سکی، انہوں نے بازاروں اور راستوں میں امن و امان قائم کیا، لیکن دلوں کی بستی میں وہ امن نہ امان قائم نہ کر سکے، انہوں نے ملک کا نظم و نسق درست کیا، لیکن روحوں کی مملکت کا نظم و نسق ان سے درست نہ ہو سکا، بلکہ ہر قسم کی روحانی بربادی ان ہی کے درباروں سے نکل کر ہر جگہ پھیلتی رہی، کیا سکندر اور سیزر جیسے بڑے بڑے بادشاہ ہمارے لئے کچھ چھوڑ گئے۔

بڑے بڑے مقنن سولن سے لیکر اس وقت تک پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن ان کے قانون کی عمر نے بقا کی دولت نہ پائی۔ اور اس کے جاننے والوں کو دل کی صفائی کا راز نہ ملا۔ دوسرے دور کے حاکموں اور عدالتوں نے خود اس کو حرف غلط سمجھ کر مٹایا اور اپنی مرضی اور اپنی مصلحتوں کے مطابق، نہ کہ انسانوں کی اصلاح کی خاطر اس کی جگہ دوسرا قانون بنا لیا۔ اور آج بھی یہی حالت قائم ہے۔ آج اس مہذب دور حکومت میں بھی یہی صورت قائم ہے۔ کہ آئین ساز مجلسیں بنائی گئی ہیں۔ جو اپنے ہر اجلاس میں آج جو بناتی ہیں۔ کل اس کو مٹاتی ہیں، اور یہ سب کچھ انسانوں کی خاطر نہیں بلکہ حکومتوں کی خاطر ہوتا رہتا ہے۔

عزیز دوستوں، تم نے ضنف انسانی کے بلند پایہ طبقوں میں سے جن سے انسانوں کی بھلائی اور سدھار کی توقعات ہو سکتی ہیں۔ ہرایک کا جائزہ لے لیا۔ غور سے دیکھو، اس وقت دنیا میں جہاں کہیں بھی نیکی کی روشنی اور اچھائی کا نور ہے۔ جہاں کہیں بھی خلوص اور دل کی صفائی کا اجالا ہے۔ کیا وہ صرف ان ہی بزرگوں کی تعلیم اور ہدایت کا نتیجہ نہیں ہے جن کو تم انبیائے کرام کے نام سے جانتے ہیں۔ پہاڑوں کے غار، جنگلوں کے جھنڈ، شہروں کی آبادی، غرض جہاں بھی رحم۔ انصاف غریبوں کی مدد یتیموں کی پرورش اور نیکیوں کا سراغ ملتا ہے۔ وہ اسی برگزیدہ جماعت کے کسی نہ کسی فرد کی پکار کا دائمی اثر ہے۔ قران مجید کی تعلیم کے مطابق

اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝

باقی ص۱۸ پر

تجارت میں اخلاقی قدریں

خریداروں سے صحیح اور مناسب برتاؤ اور ان کی خواہشات کا احترام تجارتی کامیابی کی دلیل ہے

ڈاکٹر عبدالوحید بی اے (آنرز)

ہر متمدن معاشرے کا نظام اور اس کی اصل روح حقیقتاً وہ بنیادی اخلاقی قدریں ہیں۔ جن کے تحفظ کے لئے وقت آنے پر معاشرہ نبرد آزما ہو جانے پر بھی تیار ہو جاتا ہے۔ بالعموم رسم و رواج کی پابندی کے ذریعے معاشرہ ایسی اخلاقی اقدار کا تحفظ اپنے ذمے لے لیتا ہے۔ اور خلاف ورزی کرنے والوں کو عوام کی ناراضگی یا خوشنودی کے اصولوں پر کاربند رہنے کے لئے قائل اور مجبور کرتا ہے۔ معاشرہ اپنے نظام کو درہم برہم ہونے سے اسی طرح بچائے رکھتا ہے۔ کہ جب بھی کوئی فرد یا گروہ اس کی بنیادی اخلاقی اقدار کو پامال کرنے کی جسارت کرے تو وہ رائے عامہ کے ذریعے یا عوام کی ناراضگی کے وسیلے سے خلاف ورزی کرنے والوں کی سرکوبی کر سکے۔ یہ درست ہے۔ کہ معاشرے کی یہ بنیادی اخلاقی قدریں کسی مجموعہ قانون کی مرتب شدہ صورت یا ضبط تحریر میں لائی ہوئی نہیں ہیں تاہم عوام کی مجموعی حِس انہیں ہمیشہ شہری ذمہ داریوں کے باعث چوکس رکھتی ہے کہ وہ ان اخلاقی قدروں کو پامال نہ ہونے دیں۔

معاشرے کا کوئی پہلو ایسا نہیں۔ جس پر یہ بنیادی اخلاقی قدریں حاوی نہ ہوں۔ تجارت بھی اس لئے مستثنے نہیں۔ گزشتہ آٹھ نو سال کی صنعتی ترقی اور اقتصادی منصوبہ بندی کے باوجود زراعت ہی ہماری معیشت کا طرۂ امتیاز ہے۔ ملک کے وسیع و عریض ہوتے ہوئے بھی پاکستان کی اندرونی اور بیرونی تجارت ابتدائی مراحل سے گزر رہی ہے۔ بیوپار اور لین دین ابھی محدود پیمانے پر ہوتا ہے۔ خرید و فروخت کی چہل پہل جو شہریت اور امداد باہمی کے بہترین اصولوں کو بروئے کار لا کر وسیع تجارتی سرگرمی کا مظہر ہوتی ہے۔ ابھی منت پذیر نشانہ کی مصداق ہے۔ قطع نظر اس کے کہ دورِ جدید کے تقاضوں اور معیار کے مطابق پاکستان میں تجارت ترقی یافتہ نہیں کہلا سکتی خود ہمارا معاشرہ ایک بحرانی کیفیت سے گزر رہا ہے۔ جس کے باعث عوام کے لئے یہ امر قدرے دشوار ہو جاتا ہے۔ کہ وہ محسوس کریں کہ زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح تجارت میں بھی اخلاقی قدریں کارفرما رہتی ہیں۔

یہ مسلّم امر ہے کہ تجارت بدامنی اور بے اطمینانی کے دور میں فروغ نہیں پا سکتی۔ اور نہ ہی اس وقت تک پنپ سکتی ہے۔ جب تک کہ معاشرہ تجارتی سرگرمیوں کو مفادِ عامہ کے لئے ضروری نہ تسلیم کر لے۔ چنانچہ عوام کی بہبودی اور ان کی سہولت ہی سب سے بڑی اور بنیادی اخلاقی اقدار ہیں۔ جو ہر قسم کی تجارت کی بنیاد کہلائی جا سکتی ہیں۔ یہ بجا ہے۔ کہ بنیادی انسانی حقوق کے ماتحت مملکت کے افراد کو ایسی سہولتیں مہیا ہونی ضروری ہیں۔ جن کی بدولت وہ کسب معاش اور افزائش دولت کے طریقوں کو ترقی دے کر انفرادی اور اجتماعی دولت میں اضافہ کر سکیں۔ اور ہر شخص کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو کام میں لا کر اپنی اہلیت کے مطابق پیشہ اختیار کرنے کا مجاز ہو۔ لیکن یہ بنیادی حق معاشرے کے مجموعی مفاد اور ضبط و نظام کے قائم و برقرار رکھنے کے تحت ہی روا رکھا جا سکتا ہے حرص و لالچ کی بنا پر نفع اندوزی تجارت کے بنیادی اصول کے منافی ہے۔ کسب معاش اور افزائش دولت ملکی قوانین اور شہری ذمہ داریوں سے پوری طرح عہدہ برآ ہونے کی صورت ہی میں جائز اور مناسب متصور ہو سکتے ہیں

(۱) جلب منفعت اگر انسان کو لالچ اور جائز و ناجائز سہل الحصول چیزوں کا خوگر بنا دے تو اس کی اخلاقی حالت کو معیار اخلاق سے یقیناً نیچے گرا دیتی ہے۔ یا اسے بخیل و بے حس بنا دیتی ہے۔ جو حقیقی تجارتی مفاد کے منافی ہے۔

(۲) تجارت میں قوتِ ذہنی کو اعتدال پر رکھنے کا نام ہی حکمتِ عملی ہے۔ دنیاوی مادی ترقی، انسانی دماغ جو قدرت کا بہترین عطیہ ہے کے صحیح استعمال کا کرشمہ ہے جو غور و خوض کی عادت ڈالنے سے پیدا ہوتا ہے۔ تجارت میں نہ بدحواسی، نہ فلسفیانہ انہماک اور نہ ہی بے حسی اور لاپرواہی کام دیتی ہے، بلکہ مختلف مسائل پر تعمیری توجہ دے کر زندگی کو بامقصد بنانا اور میانہ روی کا خوگر ہونا ہی ترقی کا ضامن ہو سکتا ہے۔ تجارت میں محض جذبات پر ہی کاربند نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جذبات انسان کے دماغ پر حاوی ہو جائیں۔ تو صحیح و غلط کی تمیز اٹھ جاتی ہے۔ اور تجارت میں صحیح و غلط میں امتیاز کرنے کی صلاحیت کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ جس کا دوسرا نام "عقل سلیم" ہے۔ تجارت میں روزمرہ کی زندگی میں ترقی کی بے شمار تجاویز اسی طرح عملی جامہ پہنتی ہیں کہ جذبات پر ضبط و تحمل کے ذریعے قابو پا کر ہی انسانوں نے اپنے اندر قوت عمل پیدا کی۔ اور اپنے بہترین ارادوں کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کیا۔

کسی کامیاب تجارتی ادارہ کی مثال لے لیجئے۔ آپ فوراً اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ تجارت میں کسی فرد کی زندگی بے مقصد نہیں ہو سکتی۔ اور ہر تاجر اپنے لئے زندگی کی منزل کا بزو دیا بدیر تعین کر لیتا ہے۔ جس کا قول و فعل کی مطابقت، سرگرمی و نعالی، خود اعتمادی فیصلہ کی صحت اور مکمل اعتماد کے ذریعے پیہم کوشش سے تعین کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ کامیابی محض منزلِ مقصود ہی کے یقین سے ہی حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کامیابی کا اصل راز عزم و عمل، امید جس کے سہارے عمل میں جوش و خروش کی کیفیت طاری رہتی ہے، قوت فیصلہ، مستقل مزاجی، خوش مزاجی، تدبر، مشکلات پر سنجیدگی سے قابو پانا۔ جائز اعتراضات کو تسلیم کرنے کی صلاحیتیں پیدا کرنے اور دوسروں کا احترام کرنے میں ہے۔

"تجارت" ایک ایسا شعبۂ زندگی ہے۔ جس میں آگے بڑھنے کی مستحسن خواہش ہر دم چٹکیاں لیتی رہتی ہے جس سے سوچنے اور غور کرنے کی صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں "حاضر دماغی" اکثر تجارتوں کی کامیابی کا راز ثابت ہوتی ہے۔

تجارت کا کوئی پہلو لیا جائے۔ اس سے واضح ہو جائے گا۔ کہ اخلاقی اقدار ہی اس میں کارفرما ہیں۔ خریداروں سے صحیح اور مناسب برتاؤ اور ان کی خواہشات کا احترام تجارتی کامیابی کی دلیل ہے۔ گاہک سے کشیدگی اور متکبرانہ برتاؤ تجارت کے لئے مہلک ثابت ہوتا ہے۔ لین دین میں برابری اور باہمی امداد بھی ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ ہمارے ملک میں بیشتر تجارتی ناکامیوں کے پس پشت نفسیاتی تربیت کی عدم موجودگی یا نفسیات سے ناواقفیت ہوتی ہے۔ تجارت دوسروں کی رائے ان کے جذبات و عادات اور خیالات کا غائر مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ تجارت میں اپنے ماحول سے مکمل واقفیت کی بھی ضرورت ہے۔ وہی کاروباری ادارے ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں۔ جو نفسیاتی تدبر سے اپنے خریداروں میں امداد باہمی کا جذبہ پیدا کر کے لوگوں کا تعاون حاصل کر لیتے ہیں۔

ہماری تجارتی پسماندگی کی جہاں یہ وجوہ ہیں۔ کہ ہمارا معاشی نظام ابھی تک زیادہ تر زرعی ہے اور ہم دوسرے ملکوں کی مصنوعات کے دستِ نگر ہیں وہاں یہ بھی ایک بھاری وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں تجارت کے ابتدائی مراحل طے کرنے میں ان اخلاقی قدروں کو ان کا جائز اور مناسب مقام نہیں دیا جا رہا۔ جن پر عمل پیرا ہونے سے متمدن قومیں تہذیب و ترقی کے عروج پر پہنچ چکی ہیں۔

اگر یہ کلیہ مان لیا جائے کہ زندگی میں اصل کامیابی وہی ہے جس کے حصول کی جدوجہد میں اور جس کے ذریعے سے حاصل کردہ منافع میں زیادہ سے زیادہ لوگ شریک ہوں تو تجارت کے مقابلہ میں شاید ہی کوئی اور شعبۂ زندگی، اس کلیہ کی بہتر مثال پیش کر سکے اور اس امر کے تسلیم کر لینے کے بعد ہمیں لازماً اس نتیجے پر پہنچنا پڑے گا کہ تجارت میں اخلاقی قدریں بنیادی اور اہم حیثیت رکھتی ہے

آج کی متمدن دنیا میں تجارتی تعلقات اپنی بلند اخلاقی اقدار کے باعث بین الاقوامی اتحاد اور خوشحالی کا موجب بن رہے ہیں۔ ہماری اندرونی اور بیرونی تجارت بھی بام عروج تک پہنچ کر ملک اور ملت کے تمام طبقوں کے لئے بالخصوص تجارت پیشہ لوگوں کی خوشحالی کا ضامن ہو سکتی ہے بشرطیکہ پاکستانی تجارت سے وابستہ لوگ بھی ان اخلاقی قدروں کی پاسداری کریں۔ جن پر عمل کئے بغیر نہ تجارت صحیح معنوں میں پنپ سکتی ہے۔ اور نہ ملک ہی ترقی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ اور جیسا کہ پیشتر ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔

صفحہ مومنات

پتلونیں جلوادیں

عنوان کا مطلب یہ نہ سمجھیں کہ کسی جماعت نے پتلونیں جلوانے کی کوئی مہم شروع کر رکھی ہے اور مندرجہ ذیل واقعہ کا تعلق اُسی مہم سے ہے۔

ایک واقعہ نہیں، بلکہ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو حال ہی میں خود میرے خاندان میں پیش آیا ہے اور میں اسے "خدام الدین" کے بہترین شکریہ کے طور پر اپنے رسالہ میں شائع کروا رہی ہوں۔

مجھے چونکہ اپنی شہرت مقصود نہیں ہے بلکہ اس کے بجائے اپنی مومن بہنوں کی اصلاح مقصود ہے اس لئے میں اپنے نام کو شائع کرنا پسند نہیں کرتی۔

واقعہ یہ ہے کہ جب سے "خدام الدین" جاری ہوا اُسی وقت سے اس کا مطالعہ کر رہی ہوں۔ مطالعہ جوں جوں بڑھتا رہا دل میں یہ آرزو بھی پرورش پاتی رہی کہ کسی طرح اس کے روحانی حلقہ میں شمولیت بھی حاصل کر لوں۔ لیکن نسوانی حیا اس آرزو کے اظہار سے مانع رہی۔

یہاں تک کہ ایک دن ایسا بھی آگیا حضرت مولانا مدظلہٗ ہمارے گھر تشریف لے آئے اور میں نے اس نزول رحمت کو اپنی دیرینہ آرزوؤں کی تائید غیبی سمجھ کر شرف بیعت حاصل کر لیا۔

بیعت سے پہلے بیعت کی آرزو تھی۔ بیعت کے بعد دوسری آرزو یہ پیدا ہوگئی کہ اللہ تعالےٰ میرے بچّوں کو بھی اسی حلقہ سے وابستہ کر دے۔ تو میری روح قبر میں ٹھنڈی رہے۔ اور اگر انہیں بیویاں بھی ایسی ہی مل جائیں جو "خدام الدین" سنانے والی ہوں تو پھر تو میں یوں سمجھوں کہ مجھے دنیا ہی میں جنت مل گئی۔

سجدۂ شکر! آج ۲/۲۲/۶۶ کا دن وہ پہلا مبارک دن ہے جس دن میرے لڑکے نے کراچی کالج سے ایک خط لکھا اور میں اس خط کے مندرجہ ذیل فقرے پر سجدۂ شکر بجالائی کہ:

"میں نے پینٹیں جلا کر شیروانی سلوانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس لئے کہ عزت اگر ہے تو قدامت پرستی ہی میں ہے۔"

خوشخبری! میں اپنی ایمان والی بہنوں کو یہ بھی بتلا دینا چاہتی ہوں کہ میرا

یہ لڑکا (جس کی عمر ۲۲ سال ہے اور جو انشاء اللہ ایک دو سال کے بعد ہمدرد ڈاکٹر بن کر مخلوق خدا کی مخلصانہ خدمات انجام دے گا) بالکل غیبی امداد کے طور پر ایک ایسی لڑکی کے ساتھ منسوب ہو گیا ہے جو:

خدام الدین پڑھتی ہے۔

خدام الدین سنانے کا وعدہ کرتی ہے۔

جس نے زندگی میں تین مرتبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔

اور جو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار ہو کر اس قسم کی نعتیں لکھتی ہے۔ جس کا ایک شعر یہ ہے کہ:

ڈھونڈتی ہوں گی میں خاک طیبہ میں
ہاں یہیں کھو گیا ہے میرا دل

اور جس کے بارے میں کراچی کے ایک مفتی صاحب کا یہ فتویٰ کہ ....

"ایسی پاکباز اور نیک سیرت لڑکی کا ملنا اس زمانہ میں بہت ہی دشوار ہے۔"

دُعا!

اللہ تعالےٰ سے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالےٰ مارچ کے پہلے ہفتہ میں اُس روحانی بہار کو میرے خزاں رسیدہ چمن تک پہنچا کر اُسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سدا بہار بنا دے اور عقد بہشت کی تکمیل میں کوئی مؤثر رکاوٹ پیش نہ آئے۔ اس لئے کہ مجھے یقین ہے کہ میرے کالج خواں بیٹے کی پتلونیں جلوانے کی طاقت خدام الدین پڑھنے والی اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے والی لڑکی ہی کی دعاؤں میں ہو سکتی ہے۔ کسی ڈائجسٹ پڑھنے والی لڑکی میں نہیں ہو سکتی۔ (مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ کا خصوصی فضل اُس کے شامل حال ہو جائے)

مزید دعا! اور یہ بھی دعا فرمایئے کہ اللہ تعالےٰ عالم اسلام کی تمام مومنات کو اسی قسم کا ایمان، اسی قسم کی سیرت اور اسی قسم کا کردار عطا فرمائے کہ اُن کی دعائیں اپنے ہونے والے شوہروں کی پتلونیں شادی سے پہلے ہی اتروا سکیں۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

احساسِ فرض

چوہدری محمد یوسف منہاس، قلعہ دیدار سنگھ

مسلماں کے لہو میں گرمیِ تاثیر باقی ہے
ہمیں حق و صداقت کے لئے مرنا بھی آتا ہے
یقیں جن کو نہ ہو وہ دیکھ لیں تاریخ عالم میں
وہ جس کی ضرب نے سازِ کلیسا بارہا توڑا
نہیں ہندوستاں بھولا ابھی سلطان ٹیپوؒ کو
ہمارے نقش اس کی خاک پر اب تک چمکتے ہیں
زمانے کو بتانا ہے اسے بھی توڑ کر ہم کو
تصور کر گیا رنگیں قبا جس کا مسلماں کو
ابھی ہے تشنۂ تکمیل پاکستان کی وادی
خدا کے راستے میں ہم کٹا سکتے ہیں سر اپنا

وہ جذبہ خود ہی بن جاتا ہے جو تقدیر باقی ہے
کہ دل میں احترام سنّتِ شبیرؓ باقی ہے
ہمارے کارناموں کی یہی تفسیر باقی ہے
ابھی اسلامیوں کا نعرۂ تکبیر باقی ہے
ابھی ذکرِ جہادِ شاہِ عالمگیر باقی ہے
کہ بھارت میں ہماری شوکتِ تعمیر باقی ہے
ابھی تک سومناتی حلقۂ تزویر باقی ہے
ابھی اقبال کے اس خواب کی تعبیر باقی ہے
ابھی ہنگامۂ آزادیِ کشمیر باقی ہے
دلوں میں طارق جانباز کی تصویر باقی ہے

ہزاروں اُمتوں کا مٹ گیا نام و نشاں یوسف
مگر اسلام کی وہ سرمدی تزئین باقی ہے

تعارف و تبصرہ

حافظ نور محمد انور

نام کتاب ...... عادلانہ دفاع
تصنیف ...... مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری
ضخامت ...... ۲۸۰ صفحات، سرورق رنگ دار خوبصورت، کتابت، طباعت عمدہ قیمت قسم اوّل تین روپے۔ قسم دوم ڈھائی روپے علاوہ محصول ڈاک
ناشر - دارالتصنیف والاشاعت محلہ قدیر آباد ملتان

اس کتاب میں امام مظلوم سیدنا عثمان ذی النورین و دیگر صحابہ کرامؓ پر مودودی صاحب کی طرف سے کیے گئے جارحانہ حملوں کا مفصّل جواب دیا گیا ہے۔ عرصہ سے مختلف مکاتیبِ فکر اور خصوصاً وہ اہل سنّت حضرات جن کے دلوں میں جناب سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عشق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ شدت سے محسوس کر رہے تھے کہ مودودی صاحب کے زہر بھرے اعتراضات کا جواب مفصل و مدلل طور پر دیا جائے

اللہ تعالےٰ نے تنظیم اہل سنت پاکستان کے صدر محترم مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری کو توفیق بخشی، انہوں نے ان تمام اعتراضات کا جواب مدلل و مفصل، عالمانہ اور عادلانہ انداز میں دیا ہے

اس کتاب کا مقدمہ خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی نے لکھا ہے۔ جس میں لکھتے ہیں۔

”خدا کا شکر ہے ملّتِ اسلامیہ زندہ ہے۔ اور ملّت کے ایک فرزند برادرم حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری نے مودودی صاحب کی اس ایمان سوز ”تفریح“ کا مسکت جواب دیا ہے۔ جس کے پڑھنے سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے، دراصل یہ جواب تریاق ہے مودودی صاحب کے اس زہر قاتل کا جس سے پڑھے لکھے نوجوانوں کے اذہان و ایمان مسموم و متاثر ہوئے۔ جن سادہ دل اور علم دین سے بے خبر نوجوانوں نے خود ساختہ ”مفکر اسلام“ اور عہد حاضر کے اس متجدد کے یہ زہریلے مضامین پڑھے ہیں۔ اگر وہ یہ جوابی تحریر پڑھ لیں تو انشاءاللہ صحابہ کرامؓ کے خلاف اور خود دین کے خلاف اس جدید فتنہ سے محفوظ رہیں گے۔ مودودی صاحب کا یہ کھیل کوئی نیا کھیل نہیں یہ تو ان کا پرانا ”تفریحی“ مشغلہ ہے۔ اور ان کے اس تفریحی ”شغل و شکار“ سے حضرات انبیاء علیہم السلام تک نہیں بچ سکے“

مودودی صاحب حضرات صحابہ خصوصاً سیدنا عثمان ذی النورینؓ وغیرہ کی ذات بابرکات پر ماہنامہ ”ترجمان القرآن“ میں جو کیچڑ اچھالتے رہے ہیں۔ اس سے اسلامیان پاکستان کے قلوب نہایت بری طرح زخمی ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری کو جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے اس کتاب میں ہر الزام کا دندان شکن جواب دے کر ملک و ملت پر احسان عظیم کیا ہے

ہم تمام مسلمانوں سے سفارش کرتے ہیں کہ اس کتاب کو خود بھی خریدیں اور اپنے حلقہ احباب کو بھی خریدنے کی ترغیب دیں۔

نام کتاب ...... تعلیمات اسلام حصّہ اوّل حصّہ دوم
تصنیف ...... مسیح اللہ خاں صاحب شروانی،
ضخامت ...... ۹۶ صفحات سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ کاغذ سفید کتابت طباعت بہت گوارا
قیمت ...... ۷۵ پیسے علاوہ محصول ڈاک دو حصّوں کی قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

ملنے کا پتہ۔ وکیل احمد شروانی مدرّس جامعہ اشرفیہ لاہور۔

فاضل مؤلف نے حصّہ اوّل میں عقائد، اہمیت عقائد، ایمان، رسالت، قیامت، آخرت اور ختم نبوّت پر کتاب و سنّت کی روشنی میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ حصّہ دوم میں کتب سماویہ کی ضرورت، ثبوت نبوت ختم نبوت پر چند دلائل، عصمت انبیاءؑ افضلیت محمد صلّی اللہ علیہ وسلم، معجزات، ولادت شریفہ اور ثبوت معراج شریف، پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ دونوں مضمون سوال و جواب کے انداز میں لکھ کر دلچسپ اور عام فہم بنا دیا گیا ہے بچوں کے لئے یہ کتاب بے حد مفید ہے۔ مؤلف کتاب ہذا حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کے مریدین میں سے ہیں۔ اور عالم اسلام کی مشہور و معروف دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۵۰ھ میں علوم اسلامیہ کی تکمیل کی۔ حضرت تھانویؒ نے خلافت کے گرانقدر منصب سے بھی آپ کو نوازا۔ مؤلف علوم کے اس مختصر تعارف سے کتاب کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ اگر اس کتاب کو محکمہ تعلیم تدریسی نصاب میں شامل کرے تو نونہالانِ قوم کے لیے یہ کتاب مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔

نام کتاب ...... اشرف الجواب
تصنیف ... مولانا اشرف علی تھانویؒ
سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ ضخامت ۶۴ صفحات، کاغذ، کتابت طباعت عمدہ ۷ پیسے کے ٹکٹ بھیج کر بلا قیمت حاصل کریں۔

ناشر۔ انجمن فلاح المسلمین کتب خانہ انوار الاسلام کاغذی بازار کراچی۔

انجمن فلاح المسلمین عرصہ سے مذہبی کتابیں آسان گجراتی و اردو زبان میں شائع کر کے مفت تقسیم کر رہی ہے اور اب تک گیارہ کتابیں چھپوا کر تقسیم کر چکی ہے۔ اہل ثروت حضرات کو ضرور اس انجمن کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے اور تجارت پیشہ حضرات انجمن کے شائع کردہ پمفلٹوں، اور کتابوں میں اشتہار دیکر اس تبلیغی کام میں انجمن کے ساتھ تعاون فرمائیں۔

اس کتاب میں اصل کتاب اشرف الجواب سے صرف وہی مضامین اخذ کیے گئے ہیں جنکی اس پرفتن دور میں شدید ضرورت تھی۔ خود ساختہ اور غلط مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ غلط مسائل کو صحیح سمجھ کر ان پر عمل کرنا سراسر گمراہی ہے۔

نام کتاب ...... زاد آخرت
صفحات ۶۴ - سائز $\frac{20 \times 30}{16}$
کاغذ سفید، کتابت طباعت بہترین۔
ناشر: انجمن فلاح المسلمین کتب خانہ انوار الاسلام کاغذی بازار کراچی ۲۔

یہ کتابچہ بھی انجمن فلاح المسلمین کا دوسرا تبلیغی پمفلٹ ہے اس میں مولانا محمد رفیع مولانا مفتی محمد شفیع صاحب حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے زکوٰۃ، اتباعِ رسول ﷺ، سفر آخرت، حقوق المعاشرت اور انسانیت کی تکمیل جیسے اہم مضامین پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے شائقین حضرات، ۷ پیسے کے ٹکٹ بھیج کر مندرجہ بالا پتہ سے مفت منگوا سکتے ہیں۔

نام کتاب: اسلام اور سکھ مذہب
تصنیف: سید منیر ظفر صاحب بی-ایس-سی
ضخامت: ۸۰ صفحات سائز ۱۸×۲۲ کتابت طباعت گوارا
قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے
ملنے کا پتہ: مکتبہ اعلیٰ مکان ۲۰۳ متصل سادات بیرون دہلی گیٹ ملتان شہر۔

یہ کتاب ۱۴ ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں سکھ مذہب کی ابتدا، دوسرے میں سکھوں کا دوسرا اور تیسرے میں سکھوں کی مسلمانوں پر پہلی دست درازی چوتھے میں گورو گوبند سنگھ اور مسلم خون کی ارزانی، پانچویں میں گوبند سنگھ کا جانشین بندہ بیراگی چھٹے میں مسلمانوں کا زوال اور سکھ حکومتوں کا قیام، ساتویں میں راجہ رنجیت سنگھ کا عروج، آٹھویں میں علمائے اسلام کا رنجیت سنگھ کے خلاف جہاد نہم میں انیسویں صدی کے وسط میں سکھوں کی اسلام دشمنی، دسویں میں بیسویں صدی اور سکھوں کی اسلام دشمنی، گیارہویں میں آپ بیتی کا ایک منظر، بارہویں میں انبالے سے لاہور تک تیرہویں میں مسلمانان پٹیالہ کے مصائب ایک نظر میں، اور چودھویں میں لاہور آنے کے بعد، الغرض ابتدا سے لیکر پاکستان کے وجود میں آنے تک کے تمام حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ضمناً مشرقی پنجاب میں سکھوں کے مسلمانوں پر مظالم کا تذکرہ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے جہاد اور شہادت پر بھی بیان . . ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب نہایت تاریخی اور عبرت آموز واقعات پر مشتمل ہے تاریخ و سیر سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کتاب کو ضرور خریدیں۔

نام کتاب: . . . . داڑھی کی وضع
تصنیف: حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی۔
قیمت . . . . مجلد ایک روپیہ
ناشر: کتب خانہ جمیلی مبرہ گولڈ ننگ روڈ لاہور۔

اس کتاب میں قرآن کریم، احادیث رسول ﷺ اور اجماع صحابہؓ کی روشنی میں داڑھی کی شرعی حدود کے متعلق مکمل بحث کی گئی ہے اور مودودی صاحب کی ایک غلط فہمی کا ازالہ کیا گیا ہے جو انہوں نے ”ترجمان القرآن“ بابت ماہ دسمبر ۱۹۶۵ء میں رسائل و مسائل کے ایک مستقل

عنوان کے تحت داڑھی کی مقدار کے مسئلہ کو ملک غلام علی صاحب (جو مودودی صاحب کے خاص آدمی ہیں) نے دوبارہ چھیڑ کر ثابت کیا کہ داڑھی کے متعلق حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مقدار مقرر نہیں کی ہے صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔ کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کی خاص مقدار کی تعیین فرمائی ہو۔ آنحضور کا حکم عام ہے کہ داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں گھٹاؤ۔

اس کا مکمل و مدلل جواب حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ نے کتاب و سنت کی روشنی میں دیا ہے جو کتاب کے پورے یکصد صفحات پر پھیلا ہوا ہے اس کتاب کے مطالعہ سے داڑھی سے متعلق تمام مسائل سامنے آجاتے ہیں اور سب شبہات رفع ہو جاتے ہیں۔

نام کتاب . . . . . دعوت نماز

تصنیف: امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی رح

ضخامت: ۸۰ صفحات، سائز ۲۰×۳۰/۱۶ سرورق خوبصورت

قیمت پچھتر پیسے۔

ملنے کا پتہ: دارالتصنیف والاشاعت ۱۳/اے بی شاہ عالم لاہور

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب لکھنوی رح کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ نے دین حق اور مسلک حقہ اہل سنت کی تحریر و تقریر میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ رہتی دنیا تک تابندہ رہیں گی اور ملت اسلامیہ ان کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ دعوت نماز حضرت امام اہلسنت رح کی ان تین خطوں کا مجموعہ ہے جس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں نماز کی اہمیت نماز کی حقیقت اور نماز پڑھنے کے طریقہ کو نہایت اچھوتے انداز میں پیش کیا گیا ہے طرز بیان اتنا سادہ ہے کہ کم پڑھے لکھے حضرات بھی اس سے بخوبی طور پر فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ تبلیغی جماعت کے حضرات کے لئے خصوصاً اور تمام مسلمانوں کے لئے عموماً یہ مجموعہ نہایت مفید ہے اور اس قابل ہے کہ مختلف اوقات میں عورتوں اور مردوں کی محفلوں میں پڑھ کر سنایا جائے شائقین حضرات مندرجہ بالا پتہ پر اتنی پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر بذریعہ بک پوسٹ منگوا سکتے ہیں۔

بقیہ قرون اولیٰ کی مسلمان عورتوں کی حق گوئی

پرزور اشعار لوگوں کو سنایا کرتی تھی۔ جب وہ دربار میں آئی تو اس نے السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ و برکاتہ کے الفاظ سے امیر کو سلام کیا، امیر نے جواب مسنون دیکر شکریہ ادا کیا۔ اور کہا تم نے مجھکو امیر المومنین کے لقب سے یاد تو کیا

ام الخیر: لکل اجل کتاب، یعنی ہر چیز کی مدت معین ہے

امیر رض نے ادھر ادھر کی باتیں کرنیکے بعد پوچھا عمار یاسر رض کے قتل کے وقت تم نے کیا خطبہ پڑھا تھا۔

ام الخیر: اگر پہلے سے تیار کیا ہوتا تو یاد بھی رہتا چند جملے تھے جو صدمہ کے سبب ٹپک پڑے تھے۔ اس موقع کے بعد کبھی خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔ کہ کیا کہا اور کب کہا، اس کے سوا اگر کوئی اور کلام آپ سننا چاہتے ہیں۔ تو حاضر ہوں۔

امیر نے اپنے مصاحبوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کسی کو اس کا کلام دیا ہے۔ ایک صاحب نے ام الخیر کے اس بلیغ و فصیح خطبے کے چند فقرے امیر کے سامنے پڑھے جن میں علی مرتضیٰ رض کے فضائل کا ذکر تھا۔ اور اہل شام سے لڑنے کی تحریک کی گئی تھی۔

امیر نے کلام سنکر کہا ظاہر ہے۔ کہ اس کلام سے تیرا مطلب میرے قتل کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اگر میں تجھے قتل کرادوں تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے،

ام الخیر: واللہ مجھکو ہرگز شاق نہیں ہے، کیونکہ آپ کی شقاوت سے مجھے سعادت بلکہ مجھ کو شہادت نصیب ہوگی،

امیر: عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو کیا کہتی ہے؟

ام الخیر: جب وہ خلیفہ ہوئے لوگ ان سے راضی تھے اور جب شہادت ہوئی تو ناراض تھے۔

امیر: مدح ایسی ہی گول مول ہوتی ہے۔

ام الخیر: خدا گواہ ہے۔ اس سے کوئی اور مطلب نہیں وہ سابقین اولین میں سے تھے۔ اور بلاشبہ آخرت میں ان کا درجہ بلند ہے،

امیر: زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے

ام الخیر: جن کے جنتی ہونے کی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود دے چکے ہوں۔ اور جو رسول ص کی پھوپھی کے بیٹے اور ان کی ہر مصیبت کے ساتھی ہوں ان کے حق میں میری رائے کیا وزن رکھتی ہے۔

اس کے بعد ام الخیر نے کہا۔ اے معاویہ رض آپ قریش میں حلم الناس مشہور ہیں ان سوالوں سے مجھے معذور رکھئے ان کے سوا اور جو کچھ آپ کا جی چاہے مجھ سے پوچھئے

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سوالات موقوف کر دئے اور معقول رخصتانہ دیکر ان کو رخصت کیا۔

تاریخ حریت اسلام اس طرح کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ اور پتہ چلتا ہے کہ یہ مردہ قوم کسی وقت زندہ بھی تھی۔

بقیہ :- انسانیت کی تکمیل

کوئی قوم نہیں جس میں انسانوں کا ہشیار کرنے والا نہ گذرا۔

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ (رعد)

اور ہر قوم کے لئے ایک رہنما ہے۔

آج ہر قوم اور ہر ملک میں ان ہی کی برکتوں کا اجالا نظر آتا ہے اور ہر طرف ان ہی کی پکاروں کی آواز بازگشت سنائی دیتی ہے، افریقہ کے وحشی ہوں یا یورپ کے مہذب، سب کے دلوں کی صفائی ان ہی کے سرچشموں سے ہوتی ہے، اور ہو رہی ہے، اوپر جتنے بلند پایہ اور عالی رتبہ انسانی طبقوں کے نام آئے ہیں، ان میں سب سے بلند اور سب سے اعلیٰ وہ طبقہ ہے۔ جو بادشاہوں کی طرح جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر حکومت کرتا ہے۔ اس کی حکمرانی کی زمین دنیا کی مملکت نہیں، بلکہ دلوں کی مملکت ہے، جو گو سپہ سالاروں کی طرح تیغ بکف نہیں، تاہم وہ گناہوں کے پردے اور آلودگیوں کی صفیں دم کے دم میں الٹ دیتا ہے، وہ گو خیالی شاعر نہیں، لیکن اس کی شیریں بیانیوں کے ذائقہ سے اب تک انسانوں کے کام و دہن لطف اٹھا رہے ہیں۔ وہ گو ظاہری طور پر قانون ساز اور مجلسوں کے سینیٹر نہ تھے۔ لیکن صدہا اور ہزار ہا سال گزر جانے کے بعد بھی ان کا قانون اسی طرح زندہ ہے جو خود حاکموں اور عدالتوں پر حکمراں ہے۔ اور بلا تفریق شاہ و گدا اور بادشاہ و رعایا سب پر یکساں جاری ہے

یہاں مذہب اور اعتقاد کا سوال نہیں، بلکہ عملی تاریخ کا سوال ہے۔ کہ آیا یہ واقعہ ہے۔ کہ نہیں پاٹلی پتر کے راجہ اشوکا کے احکام صرف پتھر کی لاٹوں پر کندہ ہیں۔ مگر بودھ کا حکم دلوں کی تختیوں پر منقوش ہے۔ اجین، ہستناپور، دہلی اور قنوج کے احکام مٹ چکے ہیں۔

لیکن منوجی کا دھرم شاستر اب تک نافذ اور جاری ہے۔ بابل کے سب سے پہلے قانون ساز بادشاہ حمورابی کے قانونی دفعات مدت ہوئی۔ کہ مٹی کے ڈھیر میں دفن ہو گئے۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیم آج بھی محفوظ ہے۔ فرعون کی ندا کے دن قائم رہی۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعجاز کا آج بھی زمانہ معترف ہے، سولن کے بنائے ہوئے قانون کے دن چل سکے؟ توراۃ کا آسمانی قانون آج بھی انسانوں میں عدل کا ترازو ہے وہ رومن لا جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عدالت میں گنہگار ٹھہرایا تھا۔ صدیاں گذریں کہ معدوم ہو چکا، مگر حضرت عیسیٰ ع کی تعلیم و ہدایت آج بھی گنہگاروں کو نیک اور مجرموں کو پاک بنانے میں اسی طرح مصروف ہے۔ مکہ کے ابوجہل، ایران کے کسریٰ، اور روم کے قیصر کی حکومتیں مٹ گئیں۔ مگر شہنشاہ مدینہ کی فرمانروائی بدستور قائم اور مسلم ہے۔

اطـــلاعـــات واعـــلانـــات

سالانہ جلسہ

منڈی صادق گنج مدرسہ جامعہ عربیہ صدیقیہ کا تیسرا سالانا جلسہ مؤرخہ ۱۸-۱۹-۲۰ ذلیعقد ۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۱-۱۲-۱۳ مارچ ۱۹۶۶ء بروز جمعہ - ہفتہ - اتوار ہونا قرار پایا ہے . جس میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمدؐ عبداللہ صاحب درخواستی (۲) مولانا دوست محمد صاحب قریشی (۳) سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری (۴) مولنا محمدؐ علی صاحب جالندھری (۵) مولنا محمدؐ لقمان صاحب (۶) مولنا محمدؐ رمضان صاحب - میانوالی (۷) مولنا اللہ یار صاحب خیرپوری (۸) ڈاکٹر مناظر حسین نظر ایڈیٹر خدام الدین لاہور (۹) مولنا محمد شریف صاحب محمد پوری (۱۰) مولنا محمد قطب الدین صاحب محمد پوری اور دیگر حضرات بھی تشریف لا رہے ہیں ۔

دعائے صحت

جامع شریعت وطریقت استاذ العلماء حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم امیر جمعیتہ علماء اسلام پاکستان کی کافی ...... دنوں سے طبیعت ناساز ہے . بیماری کی وجہ سے حضرت دامت برکاتہم کی صحت کافی کمزور سی ہوگئی ہے . قارئین کرام وجمیع مسلمانوں سے پرزور التماس ہے کہ وہ حضرت کی صحت کاملہ کیلئے اللہ کی بارگاہ میں خصوصی دعائیں مانگیں - اللہ رب العزت ان کا سایہ تادیر قائم و دائم رکھے اور ان کے فیوضات وبرکات سے ہمیں مستفید فرمادیں - آمین ثم آمین ۔

فقط خادم . . . محمد یعقوب القاسمی - خان پور ۔

سالانہ جلسہ

مورخہ ۱۸-۱۹-۲۰ مارچ کو مدرسہ عربیہ احیاء العلوم عید گاہ مظفر گڑھ کا سالانا جلسہ ہو رہا - جس میں رئیس الاتقیاء قبلہ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور جانشین حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب رحمۃ مرحوم و دیگر علماء کرام تشریف لا رہے ہیں

(مہتمم مدرسہ عربیہ احیاء العلام عیدگاہ مظفر گڑھ)

داخلہ

مدرسہ جامعہ عربیہ صدیقیہ (رجسٹرڈ) منڈی صادق گنج جس میں تعلیم القرآن حفظ و ناظرہ ابتداً فارسی و صرف و نحو اور کافیہ قدوری تک اور اردو کی پرائمری تک تعلیم جاری ہے . بیرونی طلبا کے طعام و قیام کا مدرسہ میں انتظام ہے - اور بجلی وغیرہ کا بھی اچھا انتظام ہے - اور مدرسہ کا داخلہ ذلیقعد تک کھلا ہے اس لئے طلباء کرام جلد از جلد آکر داخلہ لیں ۔

بانی و مہتمم حافظ الحاج حکیم محمد یار جامعہ عربیہ صدیقیہ (رجسٹرڈ) منڈی صادق گنج ۔

مدرسہ اشرفیہ حسن ابدال کا داخلہ

مدرسہ اشرفیہ تعلیم القرآن حسن ابدال کے ناظم محمد حامد رحمانی نے اطلاع دی ہے . کہ مدرسہ ھذا میں حفظ و ناظرہ کے طلباء کا داخلہ شروع ہے - جو شوال کے آخر تک جاری رہیگا - بیرونی طلباء کے قیام وطعام کا مدرسہ خود کفیل ہوگا ۔

داخلہ

مدرسہ تجوید القرآن کوٹ مراد خاں قصور ایک عرصہ سے مسلمانان شہر وگرد و نواح کی دینی، تبلیغی، تعلیمی اور تدریسی خدمات سرانجام دے رہا ہے شعبہ تجوید و قرآت اور حفظ و ناظرہ میں جناب قاری حبیب اللہ صاحب مہتمم و صدر مدرس تدریسی فرائض سرانجام دیتے ہیں . بیرونی طلباء کی خوراک پوشاک علاج اور دیگر ضروریات کا مدرسہ کفیل ہے . داخلہ کے لئے لکھیں ۔

قاری محمد شریف قصوری ناظم مدرسہ تجوید القرآن کوٹ مراد خاں قصور

داخلہ

مدرسہ اشرف العلوم اندرونی مسجد کوٹ مراد خاں قصور کا داخلہ شروع ہے — درجہ حفظ و ناظرہ کے لئے بہترین حافظ وقاری کا تقرر ہو چکا ہے . درجہ کتب میں وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق موقوف علیہ تک تعلیم کا باقاعدہ انتظام ہے اور فنون کے ماہر اساتذہ تعلیم دیتے ہیں — بیرونی طلباء کے قیام وطعام اور دیگر ضروریات کا مدرسہ کفیل ہوگا .

(مولانا) فضل محمد مہتمم مدرسہ اشرف العلوم کوٹ مراد خاں قصور

صدمہ

خدام الدین کے کاتب عبدالحمید (صاحب) کی دختر چند روز بیمار رہنے کے بعد ۱۷ر فروری بروز جمعرات کو قضاء الٰہی سے رحلت کر گئی ہے . اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ — قارئین سے درخواست ہے کہ وہ مرحومہ کے لئے مغفرت کی اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا فرمائیں ۔　　(ادارہ)

سیّد عبدالرحمٰن کہاں ہیں ؟

سید عبدالرحمٰن صاحب جہاں کہیں ہوں . فوراً گھر پہنچیں آپ کے تمام گھر والے خصوصاً آپ کے صاحبزادے عبدالرؤف صاحب آپ کے چلے جانے سے بہت پریشان ہیں . لہٰذا اعلان ہذا پڑھتے ہی فوراً گھر پہنچیں اگر کسی صاحب کو ان کے بارے میں علم ہو تو براہ کرام فوراً مندرجہ ذیل پتہ پر اطلاع دے کر ثواب دارین حاصل کریں ۔

عبدالرؤف فنانس سروسز اکیڈیمی والٹن ٹریننگ سکول لاہور

نشگھری کے واقعہ کے متعلق محکمہ اطلاعات حکومت مغربی پاکستان کی وضاحت اور خدام الدین کی معذرت آئندہ پرچہ میں ملاحظہ فرمائیں ۔

(ادارہ)

بچوں کا صفحہ

حضرت صفیہ رضؓ کا کارنامہ

ضمیر احمد، بورسٹل سکول بہاولپور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر عرب قبائل نے مدینہ پر حملہ کرنے کی سازشیں شروع کر دیں اور قریش کو اُکسا کر ساتھ ملا لیا۔ اور مدینہ پر فوج کشی کر دی۔ تمام عرب قبائل اور قریش کی کل تعداد چوبیس ہزار تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا تو اپنے دفاع کے لئے حضرت سلمان فارسی رضؓ کے کہنے پر مدینے کے ارد گرد خندق کھدوائی۔ اس لئے اس جنگ کو جنگ خندق کہتے ہیں۔ کیونکہ کفار مدینہ کے تینوں طرف خونخوار درندوں کی طرح منہ کھولے بیٹھے تھے، ان کا کوئی وار کارگر نہ ہو سکا۔ مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امن کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ مگر یہ لوگ معاہدے کے باوجود حیّی بن اخطب کے بہکاوے میں آ گئے اور مسلمانوں کے خلاف شورش برپا کرنے لگے۔ یہودی جو ہمیشہ اپنے وعدے کے خلاف قدم اُٹھاتے تھے انہوں نے مستورات کے قلعہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ تمام جمعیت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور قلعہ خالی ہے اور ہم بآسانی اس کو فتح کر لیں گے۔ اس قلعہ کے فتح ہونے پر مسلمانوں میں افراتفری پیدا ہو جائے گی۔ مسلمانوں کے قدم اکھڑ جائیں گے۔ مگر ان کو کیا معلوم تھا۔ کہ خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جان قربان کرنے والی بیٹیاں بھی موجود ہیں۔ اور یہ بیٹیاں وہ کارنامے دکھا سکتی ہیں جو مسلمان مجاہد دکھا چکے ہیں۔

کہتے ہیں جب سانپ کی موت آتی ہے تو راستے پر بیٹھتا ہے۔ عین اس مثال کے مطابق دس یہودیوں کے دستے میں سے ایک یہودی آگے بڑھا۔ اور قلعہ کے حالات کا جائزہ لینے کی کوشش کی۔ ان کا خیال تھا کہ جائزہ لینے کے بعد تمام کے تمام جھپٹ پڑیں گے۔ کفار دلیر دشمن نہیں تھے بلکہ وہ پرلے درجہ کے مکار ہونے کے علاوہ کمینے، وحشی، قاتل اور ڈاکو بھی تھے۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ ایک طرف تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امن کا معاہدہ کر رہے [illegible] اور دوسری طرف مستورات پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔

اس وقت ایک یہودی قلعے کی طرف جانے لگا تو اس کے پاؤں ڈگمگانے لگے۔ وہ ہراساں ہو گیا اور اس نے جانے سے انکار کر دیا۔ مگر جب ساتھیوں نے بزدلی کا طعنہ دیا تو بادلِ نخواستہ آگے بڑھا۔ وہ شاید اندرونی طاقت سے آگاہ ہو گیا تھا کہ بار بار پیچھے سڑ مڑ کر دیکھتا تھا۔ مگر قلعہ کے اندر مستورات بھی ان خونخوار درندوں سے غافل نہ تھیں۔ باقاعدہ ہر عورت پہرہ داری کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ پہرہ دار عورت کے لئے خاص مقام منتخب تھے۔ وہ یہودی جب اس دروازے کے نزدیک پہنچا جہاں حضرت صفیہ رضؓ پہرہ دے رہی تھی۔ جوں ہی حضرت صفیہ رضؓ نے اسے دیکھا تو سائبان کی چوب نکال کر یہودی کے سر پر دے ماری۔ یہودی تڑپنے لگا۔ تڑپتے ہوئے اس ذلیل دشمن کو حضرت صفیہ رضؓ نے اندر گھسیٹ لیا اور تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا۔ بجائے اس کے کہ حضرت صفیہ رضؓ اس کی نعش کو کہیں چھپاتیں بلکہ اس نے یہودی کا سر قلم کر کے قلعہ کی دیوار کے باہر پھینک دیا۔ جب دوسرے یہودیوں نے دیکھا کہ ہمارے ساتھی کا کٹا ہوا سر باہر آ پڑا ہے تو وہ ہراساں ہو گئے۔ افراتفری کے عالم میں یک لخت بھاگ گئے۔ انہوں نے سمجھا کہ اس قلعہ کے اندر بہت سی فوج موجود ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کا سر کاٹ کر باہر پھینک دیا گیا۔ اس طرح خدا کی مہربانی اور مستورات کی جرأت سے محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بندگانِ خدا کا راز رہ گیا۔ اور پھر کسی نے جرأت نہ کی۔

میں قربان جاؤں محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے ثابت کر دیا کہ ایک عورت وقت پڑنے پر بڑا کارنامہ سرانجام دے سکتی ہے تو مسلمان کے مقام کا کوئی اندازہ ہی نہیں لگا سکتا ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

★

چند نصائح

مت کھا

- زیادہ
- ہر کسی کے سامنے
- بغیر خوب بھوک کے
- بازار میں کھڑے ہو کر
- حرام کا مال
- بات بات پر قسم
- بخیل کے یہاں کی دعوت

بھروسہ نہیں

- غرض مند کی دوستی کا
- جواری کی مالداری کا
- کھانے پینے کے یاروں کا
- تندرستی اور زندگی کا

دور بھاگ دور بھاگ

- تہمت کی جگہ سے
- جھگڑے اور مقدمہ بازی سے
- نشہ بازوں کی مجلس سے
- فحش ناولوں اور رسالوں سے
- غیبت کرنے اور سننے سے

مت ظاہر کر

- کسی کا عیب
- دل کا بھید
- اپنی تجارت کا فائدہ اور نقصان

قبول کرے

- نصیحت کی بات چاہے کڑوی ہو۔
- بھائی کا عذر چاہے دل نہ مانے
- دوست کا ہدیہ چاہے حقیر ہو
- اپنی غلطی چاہے ذلت ہو
- غریب کی دعوت چاہے تکلیف ہو
- ماں باپ کا حکم چاہے ناگوار ہو
- نیک بیوی کی محبت چاہے کم صورت ہو۔

ممکن نہیں کہ

- جیسی صحبت میں بیٹھے ویسا نہ بنے
- ہر کام میں جلدی کرے اور نقصان نہ اُٹھائے
- دنیا سے دل لگائے اور پشیمان نہ ہو
- ہمت اور استقلال کو شعار بنائے اور مراد کو نہ پہنچے
- زیادہ باتیں کرے اور کوفت نہ اُٹھائے۔
- عورتوں کی صحبت میں بیٹھے اور رسوا نہ ہو
- دوسروں کے جھگڑے میں پڑنا پھرے اور آفت میں نہ پھنسے۔

سراج الدین اجمیری بی اے۔ سکھر

خط و کتابت کرتے وقت اپنی چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ اور ایجنٹ حضرات اپنے کھاتہ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

(مینیجر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۱۷ ستمبر (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD ۹-۲-۷۶۷/۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شی[رانوالہ]